تعلیم الایمان

کامیاب اور ناکام کون ہوگا؟

(سورۂ عصر کو سمجھنے کا آسان طریقہ)

مصنف

عبد اللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا امتیاز احمد خان صاحب مفتاحی نقشبندی ماہر نرملی

(مہتمم واستاذِ تفسیر وحدیث جامعۃ المؤمنات، نرمل، تلنگانہ اسٹیٹ)

اضافہ جدیدہ: مفتی محمد شعیب صاحب مظاہری

ناشر

عظیم بک ڈپو دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ کامیاب اورناکام کون ہوگا؟

مصنف:۔ عبداللہ صدیقی

زیرسرپرستی:۔ مولانا امتیاز احمد خان صاحب مفتاحی نقشبندی ماہرنرملی

اضافۂ جدیدہ:۔ مفتی محمد شعیب صاحب مظاہری

طباعت:۔ ۲۰۲۰ء

تعداد اشاعت:۔ 300

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

09760704598, 09997177817

نوٹ: قرآن مجید کی سورتوں کو انسانوں کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے لئے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ رشتہ داروں اور دوست احباب میں تقسیم کیجئے، اور شعوری، حقیقی اور پختہ ایمان پیدا کرنے کے لئے ہماری تمام کتابیں جو ''تعلیم الایمان'' کے نام سے ہیں ضرور پڑھیے اور پڑھائیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کامیاب اور نا کام کون ہوگا؟

وَ الْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (سورۃ العصر)

ترجمہ: زمانے کی قسم! انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔

وَ الْعَصْر (قسم ہے تیزی سے گذرتے وقت وزمانہ کی)

اللہ نے قسم کھا کر کس بات کا اعلان کیا؟

یہ مکّی سورۃ ہے اور قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان مختصر آیات میں قیامت تک آنے والے دنیا کے تمام انسانوں کو قسم کھا کر بڑی تاکید کے ساتھ گہری اور اہم بات کہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے، فرمایا: قسم ہے زمانے کی! یعنی قسم ہے تیزی سے گذرتے ہوئے وقت کی! یعنی قسم ہے انسانوں کی تیزی سے گذرتی ہوئی عمر کی، یقیناً بلا شک وشبہ سارے کے سارے انسان گھاٹے اور خسارے ٹوٹے اور نقصان میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان لایا اور اعمال صالحہ اختیار کیا اور حق پر جمے رہتے ہوئے حق کی وصیت کی اور زندگی کے تمام شعبوں میں آنے والے حالات پر صبر اختیار کیا، اور انسانوں کی اس حالت پر ان کی تیزی سے گذرنے والی عمر (وقت) گواہ ہے۔

اس آیت میں صرف غیر ایمان والوں ہی کو تاکید نہیں کی جارہی ہے بلکہ تمام انسان بلاتفریقِ مذہب وملت بغیر کسی استثناء کے چاہے نسلی وخاندانی مسلمان ہوں' چاہے یہود و نصاریٰ ہوں، چاہے کفار ومشرکین اور منافق ہوں، کسی ملک' کسی قوم یا کسی زمانے سے تعلق

رکھتے ہوں' سب کے سب خسارے اور گھاٹے ونقصان میں ہیں سوائے چند لوگوں کے جو نقصان سے بچنے والے ہیں، وہ کون ہیں؟ آگے ارشاد فرمایا گیا ہے، اللہ نے زمانے او روقت کی قسم کھائی ہے، عربی میں عصر' زمانے کو کہا جاتا ہے، زمانہ کا لفظ ماضی اور حال دونوں کے لئے استعمال ہوسکتا ہے، جو ہر منٹ اور ہر سکنڈ گذر کر ماضی بنتا جاتا ہے، اس لئے دونوں طرح کے زمانوں کو شامل کیا جاسکتا ہے، گذرے ہوئے زمانے میں انسانی زندگی کے حالات کو سمجھا کر ان کے گھاٹے اور نقصان کو سمجھایا گیا اور گذرتے ہوئے زمانے میں انسانوں کے خسارے کو بھی سمجھایا جارہا ہے کہ کس طرح انسان ناکامی پر زندگی گذار رہا ہے۔

اس بات کو اللہ قسم کھا کر کیوں بیان کررہا ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اس بات کو قسم کھا کر اتنی تاکید سے کیوں بیان کیا؟ جبکہ اللہ کی ہر بات سچی اور یقین کرنے کے قابل ہوتی ہے، اس میں شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ انکار کیا جاسکتا ہے، پھر بھی اللہ قسم کھا کر یہ بات کیوں بیان کررہا ہے؟ قسم عام طور پر دو وجہوں کی بناء پر کھائی جاتی ہے، خبر کچھ ایسی عجیب وغریب ہو کہ سنتے ہی پہلے درجہ میں جس پر یقین کرنا اور سچ ماننا مشکل ہوتا ہے، اگر کہنے والا معتبر اور بااعتماد ہو تو خبر کی اہمیت کی وجہ سے یقین دلانے کے لئے اپنی بات کو قسم کھا کر بیان کرتا ہے، تاکہ خبر پر یقین کیا جائے، اور اگر کہنے والا معتبر نہیں اور خبر بڑی اہم ہے تو لوگوں میں اپنی ذات کی سچائی کا یقین دلانے کے لئے وہ قسم کھا کر خبر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو جھوٹا نہ سمجھیں اور خبر پر یقین کرلیں، اللہ کی تو ہر بات سچی ہوتی ہے، ہر کوئی سچ مانتا اور یقین کرتا ہے۔

اسی لئے بعض وقت انسان سچا، معتبر اور غیور ہونے کے باوجود خود بھی کوئی بات اور اہم خبر جو بہت اہم اور ضروری' اور بڑی تباہی وبربادی کی ہو معمولی نہ ہو قسم کھا کر انسانوں کو احساس اور یقین دلاتا ہے تاکہ انسان اس کے قسم کھانے سے اس کی اس اہم بات کو جو انسانوں کی سمجھ سے باہر کی ہو یقین کا درجہ دے اور اس سے بچنے کی فکر اور عمل کرے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس بات کو بغیر قسم کھائے بھی بیان کرسکتا تھا اور بغیر قسم کے تاکید کرسکتا تھا، اللہ

کی ہر بات سچی اور یقین کے قابل ہوتی ہے، بندہ بغیر کسی شک وشبہ کے یقین کرتا ہے، پھر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو قسم کھا کر کیوں بیان کر رہا ہے؟

چنانچہ ہر عقلمند وسمجھدار اور انسان اللہ کی اس تاکید اور قسم کھانے پر اس بات کی اہمیت کتنی زیادہ ہے، اس حقیقت کو سمجھ کر اپنے آپ کو نقصان اور خسارے سے بچانے کی دن رات محنت اور فکر کرتا ہے، اللہ نے کسی دوسری چیزوں کی قسم کھائے بغیر زمانے اور وقت کی قسم کھا کر تاکید کر رہا ہے، تاکہ انسان دنیا کے اس وقت، زندگی، عمر اور زمانے کی اہمیت و عظمت کو جان کر اس کی قدر کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان اپنے وقت، عمر اور زمانے کو ناقدری سے ضائع کرلے، اس کی عظمت کو نہ سمجھے اور زندگی اور عمر کو کھیل تماشہ نہ سمجھ لے، اس سے لاپرواہی وغفلت نہ برتے، اس کو عیش ومستی اور عیاشی میں نہ گذار دے، اس زندگی اور وقت کی قیمتی نعمت کو کھوٹا سکّہ نہ بنالے۔

اسی لئے بات اتنی اہم اور انسانوں کے فائدہ کے لئے ضروری ہے کہ اللہ نے انسانوں کو یقین دلانے کے لئے قسم کے ذریعہ زور ڈال کر تاکید کے ساتھ یہ بات بیان کی ہے، اللہ کی اس تاکید پر انسان کو کان کھڑے کرلینا ضروری ہے، اور اس بات کو دوہراتے رہنا اور اسی بات کی تیاری کرتے رہنا ضروری ہے، اسی لئے صحابہؓ آپس میں جب بھی ملاقات کرتے تو کچھ بات نہ بھی کرتے تو سورۃ العصر دوہرا کر آپس میں ایک دوسرے کو تلقین کرتے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ اللہ نے اس بات کو بیان کرنے کے لئے وقت کی اور انسان کی زندگی وعمر کی قسم کیوں کھائی؟

دنیا انسانوں کے لئے امتحان کی جگہ ہے اور انسان اور جن کو اللہ نے مختصر مدت اور مختصر عمر کے لئے دنیا کی اس امتحان گاہ میں رکھا ہے، تاکہ انسان دنیا سے آخرت کی تیاری کر کے جنت حاصل کرنے کے قابل بنے اور کامیاب زندگی گذار کر جائے۔

دنیا میں انسانوں کی زندگی یعنی عمر کو وقت کے سمندر میں رکھا ہے، اور انسان کو زندگی کی شکل میں عمر عطا کر کے اسی وقت کے اندر مہلت عطا کی ہے، یہ وقت ایک تیزی

سے گذرنے والے گردش کا نام ہے، اسی میں کائنات کی عمر کو بھی مختصر وقت کے لئے قید کر کے رکھا گیا، اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی وقت کی گردش میں تیر رہا ہے، انسان کی عمر بھی اسی میں گذر رہی ہے اور ہر انسان اپنی مدتِ عمر پوری کر رہا ہے، یہ وقت یعنی زندگی کی عمر ہر انسان کے پاس بچپن، جوانی اور بوڑھاپے کی شکل میں مختصر مدت کے لئے آتی ہے، امیر کے پاس بھی آتی ہے، غریب کے پاس بھی آتی ہے، عالم کے پاس بھی اور غیر عالم کے پاس بھی، بادشاہ وشہنشاہ کے پاس بھی غلام وفقیر کے پاس بھی آتی ہے، اور اتنی تیزی کے ساتھ آتی ہے کہ اس کو نہ کوئی خرید سکتا ہے نہ پکڑ سکتا ہے اور نہ محفوظ کر کے رکھ سکتا ہے، ہوا کی طرح تیزی سے آتی ہے اور بادلوں کی طرح چلی جاتی ہے، یہ زندگی کا وقت' دولت سے زیادہ قیمتی ہے، دولت ایک بار لُٹ جائے یا چوری ہو جائے تو دوبارہ جمع کی جاسکتی ہے، لیکن وقت اور عمر ایک بار چلے جانے کے بعد پھر دوبارہ اس کو واپس نہیں لایا جاسکتا، اسی لئے کہاوت مشہور ہے ''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں''، یہ وقت کسی سے دوستی نہیں کرتا اور نہ کسی سے ہمدردی کرتا ہے، وہ ہر ایک کے پاس آتا ہے اور تیزی سے گذر جاتا ہے۔

امام رازیؒ نے انسانی زندگی کی مثال برف سے سورۃ العصر کو سمجھایا ہے، انہوں نے ایک برف فروخت کرنے والے کو سنا جو بازار میں آواز لگا رہا تھا کہ ''رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گُھلا جا رہا ہے، برف تیزی سے ہر لمحہ ہر گھڑی پگھلتی جا رہی ہے، پانی بن کر بہہ جاتی رہی ہے،'' اسی طرح انسانی زندگی کا یہ وقت ہر سال، ہر مہینہ، ہر ہفتہ، ہر دن، ہر گھنٹہ، ہر منٹ اور ہر لمحہ تیزی سے گذرتا جاتا ہے، ہر لمحہ انسان کی عمر کم ہوتی جاتی ہے، انسان پیدائش سے دور اور موت سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔

جو لوگ اس وقت یعنی زندگی کی قدر نہیں کرتے وہ نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے، ایک برف کا تاجر برف کے پگھلنے سے پہلے اور پانی بن کر بہہ جانے سے پہلے اُسے کرنسی میں تبدیل نہ کرلے تو وہ نقصان اور گھاٹے میں آجاتا ہے، وہ برف کو پگھلنے سے نہیں روک سکتا، اس کو رکھا نہیں جاسکتا، صبح شام وہ پانی بنتا رہتا ہے، یہ پگھلنے والی برف پانی بننے

سے پہلے سرمایہ نہ بن سکے تو وہ تاجر گھاٹے اور نقصان میں رہتا ہے، پگھلنے کے بعد اس پانی سے نفع حاصل نہیں کرسکتا، شام کو اپنے گھر خالی ہاتھ لوٹے گا۔

بالکل اسی طرح غافل اور ایمان سے خالی یا کمزور ایمان والے آخرت سے غفلت رکھنے والے اپنی زندگی کی برف یعنی سیال سرمایہ کو برف کے غافل تاجر کی طرح ضائع و برباد کرلیتا ہے اور جس طرح برف کا تاجر برف سے فائدہ نہ اٹھا کر پانی بن جانے کے بعد حسرت وافسوس کرتا ہے، اسی طرح انسان دنیا سے چلے جانے کے بعد اپنی زندگی کو آخرت کی کرنسی میں نہ تبدیل کرے تو حشر کے میدان میں افسوس اور حسرت بھرے گا اور اپنی ناکامی پر روئے گا، اللہ کی اس تاکید پر عقلمند و سمجھدار انسان اس وقت کو زندگی ختم ہونے سے پہلے کارآمد بنا کر دنیا سے کامیاب جاتا ہے اور آخرت کی کرنسی میں تبدیل کرلیتا ہے، اور بیوقوف اور غافل انسان اللہ کی اس تاکید کے باوجود اللہ کی پرواہ نہ کرکے اپنی زندگی کے وقت کو غلط استعمال کرکے برباد کرکے، ناکارہ بنا کر خسارے اور نقصان میں رہتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے وقت کی اور انسان کی تیزی سے گذر جانے والی زندگی کی قسم کھا کر انسانوں کو کامیابی اور ناکامی کا سبق دیا ہے۔

دنیا میں زندگی کا وقت آخرت بنانے کے لئے دیا گیا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزوں کو غنیمت جانو! زندگی کو موت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، جوانی کو بوڑھاپے سے پہلے، دولت کو غربت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے۔ (مشکوٰۃ شریف) ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا: اکثر لوگ (دو چیزوں کی وجہ سے) دھوکہ میں مبتلا ہیں، ایک تندرستی، دوسری فراغت۔ (صحیح بخاری)

انسان کو اللہ نے دنیا کی اس زندگانی کا جو وقت دیا ہے وہ انتہائی قیمتی، آخرت بنانے اور درجات حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اسی وقت اور زندگی کی عمر کے اوقات ولمحات سے انسان اپنی آخرت خرید سکتا ہے، بنا سکتا اور بگاڑ سکتا ہے، گویا دنیا میں زندگی کا وقت اور مہلت آخرت کی اچھی اور بری کمائی اور تجارت کی جگہ ہے، اچھی اور بری فصل بونے کی جگہ

ہے یہ وقت اور زندگی کی عمر انسان کا سب سے بڑا اور قیمتی سرمایہ اور دولت ہے، جس کو اللہ زندگی عطا کرے تو سمجھ لو کہ اس کو اللہ نے آخرت کو بنانے کی بہت قیمتی دولت دیدی ہے۔

آخرت بنانے کی تیاری سوائے اس دنیا کی زندگی کے لمحات کے کہیں نہیں کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے افضل ترین اور بہترین آدمی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: افضل ترین آدمی وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل نیک ہوں، پھر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! بُرا آدمی کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جس کی عمر زیادہ اور عمل برے ہوں۔ (سنن ترمذی:۲/۲۷۱)

جس طرح یہ وقت اور عمر گذر جانے کے بعد پھر واپس نہیں ملتی، اسی طرح دنیا سے گذر جانے کے بعد پھر انسان آخرت بنانے کے لئے دنیا میں واپس نہیں آسکتا، دنیا میں انسان چوروں اور ڈاکوؤں سے اتنا نقصان نہیں اٹھاتا جتنا ایمان سے خالی اور بے شعور زندگی گذار کر اپنے وقت اور عمر کو ضائع و برباد کر کے نقصان اٹھاتا ہے۔

غافل و نادان انسانوں کی بیوقوفی اور گمراہی

وقت جو ایک گردش کا نام ہے، جس سے دنیا میں دن، تاریخ، مہینے اور سال بنتے ہیں، انسان اپنے اعمال سے اللہ کے باغی و نافرمان بن کر گناہ کرتے ہیں، پھر دنوں، تاریخوں اور مہینوں کو منحوس سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک اپنے گناہ کے عمل سے دن اور تاریخ کے خراب ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا، سال کے ختم پر آخری رات جشن مناتے ہیں، ہوٹلوں، کلبوں میں ناچتے گاتے، شراب پیتے، زنا کرتے اور سڑکوں پر ہنگامہ آرائی کرتے ہیں، ان لوگوں کو اپنی زندگی میں سے ایک سال کم ہو جانے کا غم اور احساس ہی نہیں رہتا، ہر سال سالگرہ کا جشن منا کر مست و مگن رہتے ہیں، ان کو اس بات کا قطعی احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ پیدائش سے دور اور موت کے قریب ہو رہے ہیں، ان کی زندگی میں سے ایک سال گھٹ چکا ہے، وہ قطعی اپنے گذرے ہوئے سال کے بُرے اعمال پر نظر نہیں رکھتے اور نہ آئندہ سدھرنے کی

فکر کرتے ہیں، مگر دنوں، تاریخوں اور مہینوں کو منحوس سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ نے زمانے کو بُرا کہنے سے منع کیا اور فرمایا کہ ”زمانہ مجھ سے اور میں زمانے سے ہوں“۔

دنوں اور تاریخوں کو منحوس، نفع ونقصان والے سمجھنا گویا ستاروں کی پرستش سے نسبت رکھتا ہے جو کہ شرک ہے، اللہ کی مرضی کے بغیر اسباب میں نفع ونقصان کی طاقت ہی نہیں، کوئی دن کوئی مہینہ اور کوئی تاریخ نہ منحوس ہے اور نہ مبارک، ہر دن اور ہر تاریخ انسان کے نیک اعمال یا بدعملیوں سے اچھا یا بُرا بنتا ہے، جس دن انسان اللہ کی نافرمانی کرے وہ دن اس کے لئے نامبارک اور منحوس بنے گا، مگر انسان کی بدعقلی و بیوقوفی یہ ہے کہ وہ گناہ اور نافرمانی کو نہیں چھوڑتا بلکہ دن تاریخ اور مہینوں کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے، یہ انسان کی سراسر جہالت ہے۔

دنیا میں اکثر لوگ ہوٹلوں، کلبوں یا گھروں سے باہر بیکار دوستوں میں بیٹھ کر دنیا کے حالات پر اوقات برباد کرتے ہیں، یا ٹی وی کے سامنے یا اسٹیڈیم میں بیٹھ کر میاچ دیکھتے ہوئے اپنے وقت کو ضائع کرتے ہیں، یا شادی بیاہ اور جاہلانہ رسوم ورواج کے ادا کرنے میں گھنٹوں وقت برباد کرتے ہیں، جبکہ نکاح ایک آدھے گھنٹے میں کیا جاسکتا ہے، یا پھر ٹی وی، انٹرنیٹ اور ٹچ اسکرین فون پر ڈرامے، فلمیں، ناچ گانے، بے حیائی والے ننگی فلمیں اور تصویریں دیکھتے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں، یا وقت اور تعطیل ملے تو سوتے پڑے رہتے ہیں، یا پھر مذاق ودل لگی والے ڈراموں کی محفلوں، سینما ہال اور مزاحیہ مشاعروں میں وقت برباد کرتے ہیں۔

بہت سی عورتیں، مرد حضرات کے گھر سے چلے جانے کے بعد سہیلیوں کے گھر جا کر مختلف گھروں اور خاندانوں کی غیبتیں کرتی ہیں، یا اپنے گھر کے حالات پر ساس یا بہو کی شکایتیں کر کر کے اپنا قیمتی وقت برباد کرتی ہیں، یا پھر جو کام مردوں کا ہے وہ خود اسکول، کالج، بازار، مارکیٹ اور آفس جا کر کرتی ہیں، بازار سے گھر کا سامان یا کپڑے وغیرہ لانے کے لئے جا کر بہت سارا وقت برباد کرتی ہیں، یا پھر بچوں کو اسکول سے لانے کے لئے جا کر اسکول کے باہر بے پردہ بیٹھی رہتی ہیں۔

ایسے تمام انسانوں کو اللہ کی یہ تاکید یاد رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے کہ وہ کیسے گھاٹے اور خسارے کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، بہت سے لوگ اپنے جسم کے نام سے مسلمان بنے رہتے ہیں، مگر نہ ایمان پختہ ہوتا ہے، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ اسلام کے اعمال کو پسند کرتے ہیں، نہ پردہ کی پابندی کرتے ہیں، بس برائے نام مسلمان بنے رہتے ہیں، ان کو ہر کام کے لئے وقت ملتا ہے اور وقت نہیں ملتا تو صرف دین سیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے نہیں ملتا، نہ اپنے بچوں کو دینی شعور دینے کے لئے وقت ملتا ہے۔

جس طرح امتحان ہال میں لگی گھڑی کی طرف اشارہ کرکے بچوں کو وقت کے تیزی سے گذرنے کا احساس دلا کر وقت برباد نہ کرنے کو کہا جاتا ہے' اسی طرح غافل اور عمر ضائع کرنے والے انسانوں کو اپنی عمر کے ضائع و برباد کرنے کا' قسم کھا کر احساس دلایا جارہا ہے اور گذرے ہوئے انسانوں کی بربادئ عمر کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

اللہ نے انسان کو آخرت بنانے کے لئے دو زبردست نعمتیں دیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں دو بڑی نعمتیں عطا کی ہیں، ایک دنیا کی زندگی کی عمر' وقت کی شکل میں، دوسرے دنیا کا مال و دولت، ان دونوں کا استعمال اللہ کی مرضیات کے مطابق کرکے وہ اپنی آخرت بنا اور سنوار سکتا ہے، ان دونوں کے بارے میں حشر کے میدان میں سوال کیا جائے گا کہ عمر کہاں خرچ کی؟ اور دولت کہاں سے کمائی اور کہاں خرچ کی؟ جوانی کن کاموں میں لگائی؟ (ترمذی، ابوداؤد)

ان دونوں نعمتوں میں سے انسان وقت یعنی زندگی کی عمر سے غفلت اور گمراہی میں مبتلا رہتا ہے، اور ساری توانائی، ساری محنت، ساری حفاظت اور ساری توجہ دولت کو حرام وحلال طریقوں سے جمع کرکے صرف دنیا چمکانے اور دنیا کے مختصر عارضی عیش و آرام یا نفسانی خواہشات زنا، شراب، ناچ گانا بجانا، فضول خرچی، جاہلانہ رسمیں اور دین کو مٹانے پر خرچ کرتا ہے، دولت سے دنیا کا مکان، دُکان، سواریاں، سونا چاندی، بینک بیالنس، عمدہ کپڑے، گاڑیاں اور دیگر سامانِ عیش وعشرت جمع کرنے میں لگا رہتا ہے، جبکہ یہ ساری چیزیں موت

کے ساتھ ہی اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہیں، دوسرے اس کے مالک بن جاتے ہیں۔

اللہ نے انسان کو وقت اور عمر کی شکل میں رَا مٹیریل (Raw Material) دیا ہے، جس طرح سنار قیمتی پتھر کو تراش کر نایاب ہیرا موتی بناتا ہے، اسی طرح انسان اپنی زندگی کے وقت کو اور دولت کا صحیح استعمال کر کے آخرت کا نایاب ہیرا و موتی بن سکتا ہے، مگر انسان ظاہر میں دولت ہی کو سب کچھ سمجھ کر اپنی زندگی کے وقت کو اللہ کی نافرمانی اور بغاوت میں گذار رہا ہے، ایسے نادان انسان کے نزدیک وقت سے زیادہ دولت قیمتی ہوتی ہے، اور دولت سے گناہ کا سامان، نفس پرستی کا سودا کرتا ہے۔

وقت اور دولت کی مثال ایسی ہے جیسے اگر کسی انسان کے پاس ایک چھوٹی سی بوتل میں پانی ہے، اور وہ ریگستان میں لمبے سفر پر جا رہا ہو، تو ریگستان کی گرمی سے اس کے ہاتھ جلنے لگے تو وہ ذرا سی تکلیف برداشت نہ کر کے بوتل کے پانی سے ہاتھ نہیں دھوتا؛ بلکہ زندگی کو بچانے کے لئے پیاس کے وقت میں پانی کو استعمال کرنے کے لئے محفوظ رکھتا ہے، اگر کسی انسان کے پاس بندوق اور ایک دو ہی گولیاں ہوں تو وہ جنگل کے لمبے سفر پر گذرتے وقت پرندوں کو دیکھ کر ان گولیوں کو شکار میں استعمال نہیں کرتا؛ بلکہ خطرے کے وقت درندوں کو بھگانے کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی انسان کے پاس ایک ہی روٹی ہو اور وہ سمندر کے لمبے سفر کے وقت مچھلیوں کا شکار کرنے کے لئے روٹی ان کو نہیں پھینکتا بلکہ بھوک کے وقت جان بچانے میں استعمال کرتا ہے، بالکل اسی طرح عقلمند و سمجھدار انسان آخرت والی زندگی کے اس لمبے سفر میں جبکہ دنیا میں مختصر اور تھوڑا سا وقت دیا جاتا ہے، وقت اور دولت کو اللہ کی مرضیات میں استعمال کر کے اس سے آخرت بناتا ہے، وہ دنیا کی اس مختصر و عارضی زندگی میں اپنی خواہشات اور دنیا کی چمک دمک کا دیوانہ بن کر اس سرمایہ کو دنیا ہی میں ضائع و برباد نہیں کرتا۔

اگر ریگستان میں سفر کے دوران بوتل کے پانی سے ہاتھ دھولے، بندوق کی گولیاں پرندوں کے شکار میں ضائع کردے تو پھر وہ اپنی منزل پر ناکامی و مصیبت کے ساتھ جائے گا۔

دنیا کی زندگی کا حال تو اس جمی ہوئی برف کے پہاڑ جیسی ہے جو سمندر کی سطح پر تیرتا رہتا ہے، جس کا ایک حصہ اوپر اور نو حصّے پانی میں ہوتے ہیں، جو نظر نہیں آتے، دنیا دار انسان کو آخرت کے مقابلے برف کی طرح اوپر والا دنیا ہی کا حصہ نظر آتا ہے جس سے وہ دھوکہ کھاتا ہے، اور وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

جس طرح برف کا تاجر عین تجارت کے وقت برف کو رکھ کر ناچ گائے، کھیل کود کرے یا سوتا رہے تو وہ برف سے خود بھی نفع حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی تکلیف میں مبتلا کر دے گا، اسی طرح انسان دنیا کی اس زندگی میں ایمان واعمال سے محرومی کا گھاٹا اور خسارہ صرف اس کا ہی نہیں ہوگا بلکہ اس نے جتنے لوگوں کو گمراہ کیا، اللہ کا باغی بنایا اور گناہوں کی ترغیب وتعلیم دی ان سب کے گناہ کا بوجھ اُسے اپنے نامۂ اعمال میں اٹھانا پڑے گا، یہ انسان کے لئے بہت بڑے گھاٹے اور خسارے کا سودا ہے، قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کا قتل کر کے یہی کام کیا۔

اللہ نے انسان کو وقت کی شکل میں ایک ہی زندگی دی ہے جو آخرت تک چلنے والی ہے، اس سے وہ کام لیں جس سے آپ کی آخرت بنتی ہو، دنیا کے لئے اتنی ہی محنت کریں جتنا یہاں رہنا ہے، آخرت کے لئے اتنی ہی جدوجہد کریں جتنا وہاں رہنا ہے، دولت تو ماڈی چیز ہے' جو وقتی فائدہ دے سکتی ہے، دنیا میں جو لوگ' چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں' اگر وقت کا صحیح استعمال کریں گے تو وہ ریگستانوں کو گلشن بنا سکتے ہیں، ستاروں پر جال ڈال سکتے ہیں، فضاؤں پر قبضہ کر سکتے ہیں، جو لوگ وقت اور عمر کو ضائع کرتے ہیں، وقت بھی ان کو ہزروں سال پیچھے چھوڑ دیتا ہے، آخرت پر یقین رکھنے والے کے نزدیک دولت کے مقابلے وقت بہت ہی قیمتی واہم چیز ہوتی ہے، عقلمند انسان اس وقت کو ختم ہونے سے پہلے آخرت کی کرنسی میں تبدیل کر لیتا ہے، بیوقوف اپنے برف کو ضائع و برباد کر لیتا ہے، اسی وقت میں انسان چاہے تو آخرت بنا سکتا ہے یا بگاڑ سکتا ہے۔

زندگی کا وقت برباد کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دیوانے پاگل انسان

کو ہیرے جواہرات اور سونا چاندی کے کچھ زیورات دئے جائیں، تو وہ اُن کو معمولی دھات سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانے کے بجائے چنے مٹّی کے کھلونے والے کی دُکان پر جا کر وہ ان ہیرے جواہرات سے چنے اور کھلونے اس کے معاوضہ میں خریدتا ہے، دنیا دار انسانوں کی مثال بادشاہ کی اس بیوقوف رعایا جیسی ہے جس میں بادشاہ نے دس منزلہ مکان میں پہلی، دوسری اور تیسری منزل پر ایک ہزار، پانچ ہزار اور دس ہزار روپے کے نوٹ رکھ دئے اور آخری منزل پر ہیرے جواہرات رکھے اور عوام سے کہا کہ تمام لوگوں کو مختصر وقت دیا جا رہا ہے، وقت ختم ہونے کے بعد سب کو مکان سے باہر نکال دیا جائے گا، چنانچہ اس وقت کے دوران جس کو جو چاہئے وہ لوٹ لے۔

تو رعایا ظاہر میں ایک ہزار، پانچ ہزار اور دس ہزار روپے نظر آتے ہی اور وہاں پر سستے داموں میں شراب، زنا، جوّا، ناچ گانے اور زانیہ عورتوں کی لذتوں والی ناپاک و گندی صحبت، ناپاک وگندی غذائیں بھی رکھ دئے تو بیوقوف لوگ انہی کمروں میں ٹوٹ پڑتے ہیں، وقتی مزوں میں گم ہو جاتے ہیں، تکلیف جھیل کر آگے کی منزلوں پر جانا پسند نہیں کرتے، کمروں میں جو لذتیں اور مزے دیکھ کر ان پر ٹوٹ پڑتی ہے، حالانکہ وہاں ہر منزل پر صحیح رہبری کرنے والے موجود ہوتے ہیں، ان کی رہبری قبول نہ کر کے آگے کی منزل پر گئے بغیر معمولی اور مختصر رقم اور لذتوں ہی کو حاصل کر کے خوش اور مطمئن ہو جاتی ہے، اسی طرح دنیا دار انسان وقتی و عارضی اور مختصر دنیا کی زندگی والی نعمتوں ہی میں مست و مگن ہو کر آخرت پر نظر نہیں رکھتے، دنیا ہی کی لذتوں میں مست و مگن رہتے ہیں۔

عقلمند انسان اگر سفر کے دوران راستے میں کانٹے، پتھر، پہاڑ، تنگ راستے ملیں یا خوبصورت سبزہ زار باغ ملیں تو وہ وہیں رُک نہیں جاتا بلکہ اپنی منزل پر نگاہ رکھ کر سفر جاری رکھتا ہے، دنیا دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو دیہاتوں میں جانوروں کے فُضلہ اور گوبر پر ہواؤں سے مٹی جم جانے سے نرم نرم سبزے پر پھول اُگتے ہیں؛ دنیا دار کو وہ سبزہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ اسی میں لوٹتا ہے، اس سے اس کو غلاظت لگ جاتی ہے اور وہ غلاظت

میں لت پت ہو جاتا ہے، گوبر کے اس ڈھیر کو ہی اچھا سمجھتا ہے۔

انسان کے نزدیک کامیابی و ناکامی کا عام تصور

مختلف انسانوں کی زندگی پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا دار، ایمان سے محروم، آخرت سے غافل اور کمزور ایمان والے انسانوں کے نزدیک دنیا کی زندگی کی کامیابی و ناکامی کا تصور یہ ہے کہ جس انسان کے پاس حلال وحرام دونوں طریقوں سے کما کر خوب بینک بیلنس اور جائیداد جمع کی جائے اور اولاد کو ناجائز مال سے بڑی بڑی ڈگریاں دلائیں جائیں، ظلم وزیادتی کے ذریعہ عہدہ، کرسی اور اقتدار حاصل کیا جائے، بڑی تجارت اور دُکان ہو، بنگلہ، کوٹھی اور تیز رفتار سواریاں مل جائیں، ہر روز عمدہ لباس اور عمدہ غذائیں ملتی رہیں، اور خدمت گذار و نوکر مل جائیں، ہر قسم کا سامانِ عیش وعشرت مل جائے، آوارہ عورتیں نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لئے ملتی رہیں، جھوٹی شان اور عزت مل جائے، تو وہ اُسے دنیا کی کامیاب زندگی سمجھتے ہیں، اور جس کے پاس یہ سب چیزیں نہیں وہ اُسے ناکام اور خسارے والا انسان تصور کرتے ہیں، یہ تمام چیزیں حاصل کرنے اور اپنی دنیا سجانے کے لئے یہ لوگ دن رات اپنی پوری محنت اور توانائی جھوٹ بول کر، دھوکہ دے کر، چوری، مکاری، غبن، رشوت، سود، شادی کے نام پر گھروں کو لوٹ کر، جوّا اور ریس کھیل کر، ناجائز دولت سے اپنی اولاد کو ڈاکٹر وانجینئر بنا کر ان کی دنیا سجاتے ہیں، ناچ گانے بجانے میں مست رہ کر، بے حیائی وبے شرمی کا نیم عریاں فیشن کا لباس اپنی عورتوں کو پہنا کر، زانی عورتوں کی طرح جسم کی نمائش اور بے پردگی کے ساتھ کرواتے ہوئے، ناانصافی، ظلم و زیادتی، قتل وفساد یا غلط قانون بنا کر انسانوں سے ناجائز ٹیکس لے کر، جاہلانہ طور طریقوں، اور رسم و رواج پر فضول خرچی کرتے ہوئے من چاہی زندگی باپ دادا کی اندھی تقلید میں گذارنے کو کامیابی تصور کرتے ہیں، جھوٹے مقدمات کے ذریعہ ناجائز مال ودولت لوگوں سے لوٹنے، امانت میں خیانت کرنے اور جھوٹے وعدے کر کے دنیا کی جھوٹی اور وقتی عزت

حاصل کر کے سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب زندگی گذار رہے ہیں۔

اللہ کے اس تاکید کے باوجود انسانوں کی کثیر تعداد وقت اور زندگی کی عمر کو فضول اور شیطانی کاموں میں ضائع اور برباد کر رہے ہیں، اللہ کی نافرمانی میں زندگی گذار رہے ہیں، ان کو اپنی زندگی کے ضائع اور برباد ہونے کا احساس ہی نہیں ہے، غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمان بھی غیر مسلموں کی دنیا کی چمک دمک دیکھ کر دنیا سے آخرت بنانے کے بجائے دنیا کو سجانے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے اور اپنی نسلوں کی دنیا بنانے کے لئے عمر ضائع و برباد کر رہے ہیں، آخرت سے بالکل بے حس اور غافل بنے ہوئے ہیں، اور زندگی کی سب سے بڑی دولت اور سرمایہ کو برباد اور ضائع کر رہے ہیں۔

اللہ کے نزدیک کامیابی اور ناکامی کا ضابطہ

إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (سورة العصر)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیا اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت تلقین کی۔

اللہ نے خود جب انسان کی تخلیق کی تو وہ جانتا ہے کہ انسان کی کامیابی و ناکامی کس چیز میں ہے، کس طرح انسان بگڑ سکتا اور بن سکتا ہے، اس کی زندگی کس طرح کامیاب اور کس طرح ناکام ہوگی، چنانچہ اللہ نے خود انسان میں یہ صلاحیت دی ہے کہ انسان جس چیز کو بناتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس چیز کے بننے اور بگڑنے کا دارومدار کس چیز پر ہے، یہ چیز کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے، اس کی حفاظت کیسے کی جائے اور یہ کب خراب ہو جائے گی، اس لئے انسان کی خوشحالی و بربادی اور کامیابی و ناکامی کو اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں جان سکتا، اور نہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کی صحیح رہبری کر سکتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی زندگی کے کار آمد بننے اور کامیابی کے لئے ایمان کا ہونا ہی ضروری ہے، ایمان ہی سے

انسان کی دنیا کی زندگی سدھر سکتی ہے اور اس کی سیرت بن سکتی ہے۔

چنانچہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر انسانوں کو کامیابی اور ناکامی کا اپنے پاس ضابطہ اور قانون کی تعلیم دی ہے، اور انسانوں کے ان غلط اور گمراہ تصورات اور خیالات پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یہ بتلایا کہ اے انسانو! یہ دنیا تمہارے لئے امتحان گاہ ہے، تمہیں ایک دن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینا ہے، یہاں کامیابی کا معیار دولت، عہدہ، کرسی، اقتدار یا دنیا کی ڈگریاں، اولاد کی کثرت، بڑی بڑی تجارت، بینک بیالنس، بنگلہ، کوٹھی، تیز رفتار سواریاں، عمدہ لباس، عمدہ غذائیں، سامانِ عیش وعشرت اور خوبصورت عورتیں نہیں، یہ چیزیں تو دنیا میں کافر ومشرک، چور، ڈاکو، لٹیرے، سیاسی لیڈروں، جسم فروش زانی عورتوں، جواریوں، جھوٹے مقدمات میں پھنسانے والوں، قتل وخون اور غارت گری کرنے، زانی، شرابی، رشوت خور، شادی کے نام پر ناجائز مال لوٹنے والوں، دھوکہ بازوں، حرام پیسوں سے بننے والے ڈاکٹروں اور انجینئروں کو بھی دی جاتی ہے، ان تمام چیزوں کا ملنا کوئی کمال اور کامیابی نہیں، اس طرح کی زندگی کوئی کامیابی نہیں۔

اللہ کے نزدیک انسان کی دنیا کی اس زندگی کی کامیابی کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق بغیر دیکھے اللہ کو پہچانے اور ایمان لائے، پھر ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ ہی کی اطاعت وغلامی کرے، اور جو حق وسچائی ایمان کے ذریعہ اس نے قبول کی ہے اس پر جمے رہتے ہوئے دنیا کے دوسرے انسانوں کو اس حق کی وصیت بھی کرے اور اعمال صالحہ پر جمے رہنے کے لئے جو مشقتیں آئیں ان پر صبر اختیار کرے، گویا اس صورت میں اللہ نے کامیاب اور ناکام انسان کے ضابطہ اور قانون کی تعلیم دی ہے۔

اگر انسان کے پاس دولت ہو، اقتدار وکرسی ہو، بنگلہ اور موٹر ہو، دنیا کی ڈگریاں، اولاد اور جائیداد ہو، اس کے ساتھ ساتھ صحیح ایمان وتقویٰ ہو اور قرآن مجید کے مطابق زندگی گذارنے والا ہو اور زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والا ہو تو اس کا

حال یہ بتلاتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت اور فضل میں ہے، کامیاب زندگی گذار رہا ہے، اور اگر دولت، عہدہ، کرسی اور اقتدار رکھتے ہوئے ایمان واعمالِ صالحہ سے خالی ہوتو وہ بہت بڑے گھاٹے اور خسارے میں ہے اور عذاب میں مبتلا ہے۔

اگر یہ سب چیزیں نہ ہوں، غریب، فقیر، مفلس اور نادار ہو، مسلمان ماں باپ کے پیٹ میں پیدا ہونے اور مسلمان کا نام رکھنے کے باوجود ایمان اور دین کے بنیادی علم ہی سے ناواقف ہو، برائے نام مسلمان بنا رہے، اللہ کی پہچان ہی نہ رکھتا ہو، اخلاق رذیلہ میں مبتلا ہوتو اس کا حال یہ بتلاتا ہے کہ ناکام، گھاٹے وخسارے میں زندگی گذار رہا ہے، وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہے، ہر زمانے میں منافقوں کا یہی حال رہا ہے۔

انسان کی زندگی کامیابی اور ناکامی پر گواہ ہے

إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ o انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے،

پچھلی قوموں کی زندگی کے حالات بھی اس بات پر پوری طرح گواہ ہیں کہ انسان اگر پچھلی قوموں کے حالات جانے تو انہیں کھلے طور پر معلوم ہوگا کہ فرعون اور اس کی قبطی قوم نے پیغمبر کی تعلیمات کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لانے سے دور رہے تو اللہ کے عذاب کے ذریعہ ان کو پانی میں ڈوبا کر ختم کر دیا گیا، بنی اسرائیل کتابِ الٰہی کے خلاف چل کر پیغمبروں کا قتل کیا اور توحید کے ساتھ ساتھ شرک میں گرفتار ہوئے اور کتاب کے احکام اور الفاظ کو تبدیل کیا، یا چھپا کر رکھا اور دنیا کو سدھارنے اور راہِ راست پر لانے کے بجائے خود اندھوں کے پیچھے بھٹکتے رہے، ذلت میں مبتلا کر دئے گئے۔

قومِ نوح کو پیغمبر کا انکار کرنے اور ایمان نہ لانے پر پانی کے طوفان کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا، قومِ لوط کو اعمالِ خبیثہ اختیار کرنے پر پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دیا گیا، اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو اللہ کی نافرمانی اور اونٹی کے قتل کرنے پر عذاب سے ہلاک کر دیا گیا، بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو ہفتہ کا احترام نہ کرنے پر بندر اور خنزیر بنا کر ہلاک کر دیا

گیا، قارون کو مال و دولت کا بندہ بننے پر زمین میں دھنسا کر ہلاک کردیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدحق سے نفرت اور شرک سے محبت پر ناکام ہوگئے، نمرود کی سرکشی اور نافرمانی پر دماغ میں مچھر داخل کر کے ہلاک کردیا گیا، عاد و ثمود کو ان کی ہنرمندی، صنعت و حرفت پر اِترانے اور اللہ کو نہ ماننے پر ہواؤں کے ذریعہ پٹخ پٹخ کر پہاڑوں سے ٹکرا کر ختم کردیا گیا، ابوجہل اور ابولہب، عتبہ و شیبہ نے اسلام کی دشمنی میں ایمان کا انکار کیا، سرداری، طاقت سب کچھ رکھنے کے باوجود ذلت کے ساتھ ہلاک کردئے گئے، اور ابرہہ کو حق کو مٹانے کی کوشش پر معمولی پرندوں کے ذریعہ ہلاک کردیا گیا، حضرت شعیبؑ کی قوم کو ناپ تول میں کمی وزیادتی کرنے پر ہلاک کردیا گیا، حضرت لوطؑ کی قوم کو ہم جنس پرستی یعنی مرد کا مرد سے اپنی شہوت پورا کرنے کی عادت پر ان کو ہلاک کردیا گیا، ان تمام لوگوں کی زندگیاں گواہ ہیں کہ وہ دنیا میں ناکام زندگی گذار کر اور ذلیل اور ناکام ہوکر گئے، لوگ ان کا ذلت کے ساتھ نام لیتے ہیں۔

ان کے برعکس بی بی آسیہؓ اور ان کی خادمہ، حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی حضرت سمیہ، حضرت عمار، حضرت یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین غلام ہوکر ایمان واعمالِ صالحہ پر جمے رہے اور دنیا سے کامیاب ہوکر گئے، اور قیامت تک کے انسانوں میں عزت ومحبت سے یاد کئے جائیں گے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اللہ پر ایمان لاکر اپنی ساری دولت اسلام کی مدد کرنے میں خرچ کر کے کامیاب ہوکر دنیا سے رخصت ہوگئیں، حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم باوجود دولتمند ہونے کے اللہ کے محبوب کی حیثیت سے دنیا سے رخصت ہوئے، اللہ نے حضرت زید بن حارثہ، حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت عمار بن یاسر، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم جو غلام بنادئے گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ایمان واسلام کی بدولت ان کی بہت قدر کی اور عزت دار زندگی عطا فرمائی، اللہ کے نزدیک انسان چاہے بادشاہ ہو یا فقیر، چاہے مالدار ہو یا غریب، غلام ہو یا آقا' اگر ایمان قبول کر کے اللہ کی غلامی میں زندگی گذارے تو وہ بہت قدردان ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے علاوہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور ہارون رشید جیسے بادشاہوں کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی اور ان کی زندگیاں بطور مثال گواہ ہیں۔

دنیا سے کامیاب ہو کر گذرنے والوں میں جن لوگوں نے ایمان لا کر اللہ کے ساتھ وفاداری کی ان کی اللہ تعالیٰ نے بغیر اسباب کے مدد فرمائی، اور انسانوں میں ان کی محبت پیدا کر دی اور لوگ ان کو قیامت تک عزت کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے، جو دنیا میں نیک بزرگانِ دین، اللہ والوں کے نام سے ہزاروں سالوں بعد بھی یاد کئے جاتے ہیں، لوگوں نے صحابہؓ کو نہیں دیکھا، صرف ان کی عبدیت و بندگی کے بارے میں سن کر ان سے ہزاروں سالوں سے محبت کئے جا رہے ہیں اور ان کی زندگی سے مثال اور نمونے لے کر نقل کرتے ہیں اور ان کی اولاد میں ہونے کو فخر محسوس کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ایمان سے انکار کیا، ان پر عذاب اور تکالیف آئیں اور قیامت تک لوگوں میں نفرت اور بے عزتی کے ساتھ یاد کئے جائیں گے، آج دنیا میں ان کی اولادیں رہنے کے باوجود کوئی ان سے اپنے آپ کو نسبت دینا نہیں چاہتا اور نہ اپنا حسب ونسب ان کے ساتھ ظاہر کرتا ہے، یہ گواہی ہے ان کامیاب اور ناکام انسانوں کی زندگیوں کی۔

ایمان سے دور، دنیادار، آخرت سے غافل لوگوں کو گھاٹے وخسارے کی تاکید سمجھ میں ہی نہیں آتی!

ساری کی ساری انسانیت گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہی ہے، یہ بات دنیا دار، ایمان سے محروم انسانوں کے یقین ہی میں نہیں آتی، تھوڑی دیر کے لئے بھول جائیے کہ یہ بات اللہ کہہ رہا ہے، اگر آپ قرآن مجید کی اس تاکید کو دنیا کے انسانوں کے سامنے اعلان کریں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم کیسے گھاٹے اور خسارے میں ہیں؟ ہم تو ادنیٰ اور معمولی زندگی گذار رہے تھے، ترقی کر کے اعلیٰ وعمدہ اور آرام دہ زندگی پر آ گئے ہیں، ہم تو

ہر سال، ہر مہینہ، ہر ہفتہ، ہر دن، ہر لمحہ ترقی کر رہے ہیں، آج ہماری سائنس وٹکنالوجی اور دنیا کی تعلیم کا یہ عالم ہے کہ ہر چیز پر ریسرچ کر رہے ہیں اور پوری دنیا کے انسانوں کو نئے نئے سامان اور عیش وآرام کی چیزیں فراہم کر رہے ہیں۔

ہم نے سائنس کے ذریعہ ترقی کر کے روبوٹ تیار کرلیا اور اب کئی کئی انسانوں کی جگہ ربوٹ اور کمپیوٹر کام کر رہے ہیں، آئندہ انسان روبوٹ ہی کے ذریعہ زندگی کے تمام کام کرے گا، یہاں تک کہ جنگ میں بھی انسانوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی؛ بلکہ مشینوں اور روبوٹ سے ہی جنگیں ہوں گی، اور ایک روبوٹ سو سو انسانوں کا کام کر رہا ہے اور اب مشینی دور آگیا ہے۔

ہماری ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہم نے کیمیائی ہتھیار تیار کرلئے اور ایسے تباہ کن بم بنائے کہ جن کے استعمال سے اس علاقے کی ہوا کی آکسیجن جل جائے گی، صرف انسان اور جاندار مرجائیں گے مگر ان کا سامان، دولت، سونا چاندی، بنگلے اور مکانات محفوظ رہیں گے اور ہمارے قبضہ میں آجائیں گے۔

ہم نے آسمانوں پر ایسے خلائی اسٹیشنس اور سٹلائیٹ **Satelite** چھوڑے ہیں جس سے دنیا کے ہر قطعہ، ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر بستی اور اس کے ایک ایک مکان اور ایک ایک دُکان پر آسانی سے نظر رکھ سکتے اور دیکھ سکتے ہیں، راستے معلوم کرسکتے ہیں، جان سکتے ہیں کہ دنیا کے کس حصہ میں کیا کیا ہو رہا ہے اور کون کہاں چھپا ہوا ہے۔

ہم سائنس کی ترقی سے کلوننگ کے ذریعہ جانداروں کو دنیا سے ختم ہونے نہیں دیں گے، اور ویسا ہی جاندار پیدا کرلیں گے، ہم نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ انسانی بانجھ پن کو ختم کرنے کے لئے انسانی نطفہ کو ٹسٹ ٹیوب اور دوسری عورت کے رحم میں منتقل کر کے کرایہ کے مکان کی طرح نو مہینے دوسری عورت کے پیٹ میں پال کر بچہ جنم دے سکتی ہے، ہماری ترقی کا یہ عالم ہے کہ عورت اور مرد کے جسمانی اعضاء کے حالات کو دیکھتے ہوئے آپریشن کے ذریعہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنا رہے ہیں، آخر ہم کیسے گھاٹے اور

خسارے میں ہیں؟ یہ بات سمجھ ہی میں نہیں آ رہی ہے۔

ہم نے ترقی کر کے زمین سے سال میں ایک مرتبہ زراعت کرنے کے بجائے ایسی کھادیں تیار کی ہیں کہ زمین سے سال میں دو دو تین تین مرتبہ غلہ حاصل کیا جا رہا ہے اور کیڑے ماردواؤں کے ذریعہ پودوں اور درختوں پر چھڑکاؤ کے ذریعہ غلہ، اناج اور ترکاریوں کو محفوظ کر رہے ہیں اور تیز رفتار سواریوں کے ذریعہ غلہ، اناج، ترکاریاں اور پھل وغیرہ دیہاتوں سے شہروں کو کم سے کم وقت میں منتقل کر رہے ہیں۔

دن بہ دن ہماری ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہم نے گھوڑا گاڑی کی جگہ موٹر کار، ٹرک، ریل، ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ ایجاد کرلیا، ٹیلیفون کی جگہ ٹی وی، انٹرنیٹ ایجاد کرلیا، چھپر کے کچّے مکانوں کی جگہ بڑے بڑے محلات اور پختہ بڑی بڑی عمارتیں بنالی، کنوؤں کی جگہ بورویل ایجاد کرلیا۔

ہم نے ترقی کر کے مرغیوں کو بغیر مرغ کے مشینوں سے نکالنے کی صنعت تیار کی ہے، اور لاکھوں انڈے مرغیاں بغیر مرغ کے فیڈ کھا کر دے رہی ہیں، جس کی وجہ سے لاکھوں انسان ہر روز غذاء میں استعمال کرتے ہیں، چکن کے نام پر لاکھوں مرغیاں کھا رہے ہیں۔

طب و ڈاکٹری کی لائن سے ترقی کا یہ عالم ہے کہ انسانی جسم کے ہر عضو کے ماہر ڈاکٹر بن رہے ہیں اور انسانوں کے علاج میں سہولتیں پیدا کر دی گئی ہیں، اور انسانوں کو موت سے دور کر رہے ہیں، پھر بھی ہم گھاٹے اور خسارے میں ہیں؟ یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آ رہی ہے، ہم تو ادنیٰ زندگی سے ترقی کر کے اعلیٰ اور عمدہ زندگی کی طرف رواں دواں ہیں، ہر روز، ہر لمحہ و ہر گھڑی ترقی ہی ترقی کر رہے ہیں، ترقی کے رُکنے کا نام ہی نہیں ہے۔

انسان کے گھاٹے اور خسارے کی حالت گواہی دے رہی ہے کہ یہ تمام انسان ناکامی پر زندگی گذر رہے ہیں

انسانوں کی حالت یہ ہے کہ مثلاً ایک بادشاہ نے اپنی رعایا کے لئے ایک بڑے

باغ میں عالیشان محل بنایا اور اس میں رعایا کے لئے ہر طرح کا سامانِ عیش وعشرت رکھا، عمدہ سے عمدہ غذاؤں کا انتظام کیا، عمدہ سواریوں کا انتظام کیا، دن رات ان کی خدمت کے لئے مختلف کام کے لئے نوکر رکھے جوان کو کھانا پکا کر، کپڑے دھوکر دیتے ہیں اور ڈرائیور کا کام انجام دیتے ہیں اس محل میں عمدہ روشنی اور ہوا کا انتظام رکھا، پیاس بجھانے کے لئے میٹھے اور پاک صاف اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا، محل میں آرام دہ فرنیچر رکھا،...... پھر رعایا کی بڑی تعداد کا یہ حال ہے کہ بادشاہ کے اس محل میں رہ کر وہاں کی تمام نعمتیں استعمال کر کے بادشاہ کے نظر نہ آنے پر یا تو بادشاہ ہی کو نہیں مانتی اور محل میں اپنی حکومت چلاتی ہے اور کہتی ہے کہ اس محل کا کوئی مالک نہیں ہے، یا اس کے علاوہ رعایا کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ بادشاہ کے بجائے محل کے نوکروں کو اصل سمجھتی ہے اور ان کے غلام بنے ہوئے ہیں، یہی حال دنیا کے ناکام خسارے اور گھاٹے میں زندگی گذارنے والے مشرکین کا ہے۔

اللہ نے انسانوں کے لئے دنیا جیسا زبردست گھر بنایا، انسان اللہ کی زمین پر رہتا ہے، اللہ کے آسمان کے نیچے سوتا ہے، اور اللہ کی ہوا استعمال کرتا ہے، اللہ کا پانی پیتا ہے، اللہ کی پیدا کردہ غذائیں کھاتا ہے، اللہ کی پیدا کی ہوئی دوسری تمام مخلوقات جو اس کی خدمت کر رہی ہیں ان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اللہ کے نظر نہ آنے پر اللہ ہی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں خود بخود میرے ہی لئے بن رہی ہیں، اس دنیا کا نہ کوئی مالک ہے اور نہ خالق، یا پھر بہت بڑی تعداد انسانوں کی ایسی ہے کہ وہ اللہ کی مخلوقات نوکروں کو بھی مالک یا مالک جیسا سمجھ رہی ہیں، ان سے زندگی کے بننے بگڑنے کا تصور رکھ کر ان سے اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں، ان سے اللہ سے زیادہ ڈرتے ہیں اور انہی کو حاجت روا' مشکل کشا اور بلاؤں کا دور کرنے والا سمجھتے ہیں، اور ان کو خوش رکھنے کے لئے ان کی عبادت کرتے ہیں، ان تمام انسانوں کی زندگی گواہ ہے کہ یہ لوگ گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں۔

بہت سے لوگ تو اللہ کو مانتے ہوئے اللہ کے ساتھ بغاوت ونافرمانی کر رہے ہیں، اور اللہ اور اس کے پیغمبروں کی جان بوجھ کر نافرمانی کر رہے ہیں ان کی بھی یہ حالت بتلا رہی

ہے کہ وہ گھاٹے اور خسارے کی زندگی گذار رہے ہیں، ہر زمانے میں انسانوں نے پیغمبروں کی تعلیمات کے خلاف اپنے گمراہ پیشواؤں کے وہم اور گمان کے گمراہ کن خیالات سے اللہ کے اکیلے ہونے کا انکار کیا یا اللہ کے ساتھ معمولی مٹی، پتھر اور لکڑی کی عجیب وغریب خیالی شکلوں اور صورتوں کی تصاویر اور مجسمے بنا کر ان کو خدا سمجھا، ان کی پرستش کی اور کر رہے ہیں، اور خدا کے ساتھ اہل وعیال کا تصور قائم کر کے خدا کو انسان نما خدا بنا دیا۔

اور بعضوں نے اپنے جیسے انسانوں ہی کو خدا سمجھا' یا پھر خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوقات کے الگ الگ خدا بنا ڈالے، اور یہ تصور قائم کیا کہ یہ دنیا ایک خدا سے نہیں بلکہ کئی خداؤں کی مدد سے چل رہی ہے، یہ گمراہ خیالات گمراہی کے عقیدے اور خسارے ونقصان والی تعلیمات ہیں جو ہر زمانے میں انسانوں کے گمراہ پیشواؤں نے انسانوں کو دیں، ان کے گھاٹے اور خسارے پر گواہ ہیں۔

☆ دنیا میں وہ انسان جن کو پیغمبروں کے ذریعہ آسمانی کتابیں دی گئی تھیں انہوں نے کتاب کی تعلیمات کے خلاف توحید کو مانتے ہوئے شرک کیا اور شرکیہ عقائد واعمال کے ساتھ زندگی گذاری اور گذار رہے ہیں، کچھ نے پیغمبروں کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور پیغمبروں کی تعلیمات کے خلاف خدا کی کئی کئی بیویاں اور خاندان بنا ڈالے، انسانوں نے خدا سے نڈر بن کر جسارت کے ساتھ اصلاح کرنے والے اور کامیابی کا راستہ بتلانے والے پیغمبروں کو قتل کیا، یا پھر پیغمبر کے دنیا سے جانے کے بعد کسی نے قرآن یعنی کتابِ الٰہی کے کئی حصے بنا ڈالے اور انسانوں کو کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا، (سورۂ حجر:۹۱) کہیں کتاب الٰہی میں تحریف کر کے الفاظ کو ہی بدل ڈالا اور کہیں الفاظ کے معنیٰ اور مطالب کو بدل ڈالا، اور کتابِ الٰہی کو تعویذ گنڈوں کی کتاب بنا کر اس کی آیتوں کو چند سکّوں میں بیچنے لگے اور کتاب کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا ڈالا، کتاب الٰہی کی حرام چیزوں کو حلال کیا اور حلال چیزوں کو حرام کیا اور سچائی وحق کو چھپا دیا اور حق کے مقابلے میں باطل کی تائید کی۔

☆ اپنی شریعت پر فیصلہ کروانے پر نقصان کے ڈر سے کتابِ الٰہی کے احکام کے خلاف

دوسروں سے فیصلے کروانا چاہتے تھے، یا دوسروں کے فیصلوں میں دنیا کا فائدہ اور آسانی دیکھ کر اپنی شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے، کتاب الٰہی رکھ کر مشرکین اور منافقوں کو دوست رکھتے، ان کی مدد کر کے حق کو مٹانا چاہتے اور مشرکین کو مسلمانوں کے مقابلے میں بہتر سمجھتے، اہل کتاب ہو کر مشرک عورتوں سے زنا کی خاطر ان کی دعوتوں پر ان کے رسم ورواج میں شریک ہوتے اور دیوی اور دیوتاؤں کے چڑھاوے محض عورتوں کو خوش کرنے کے لئے کھاتے تھے، اپنے سوا تمام دنیا کے انسانوں کو حقیر، گمراہ اور جہنمی کہتے، اور اپنے آپ کو خدا کے چہیتے یا بزرگوں یا پیغمبروں کی اولاد سمجھ کر ان کے ذریعہ شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہیں، دنیا کے دوسرے انسانوں کی سدھار کی ذمہ داری رکھنے کے باوجود خود بھی اور ان کو بھی اندھے راستوں پر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا تھا، سود خوری، قتل و غارتگری، بے ایمانی، جھوٹ، دھوکہ بازی، ناانصافی اور ظلم کو پوری دنیا میں عام کیا، پوری دنیا میں سود کو انسانوں کی ضرورت بنادیا اور زندگی کے ہر شعبے میں داخل کر دیا، ہر حکومت کو سود پر قرض دے کر سود کو عام کر دیا، دنیا میں سودی نظام کو جاری کیا۔

بنی اسرائیل کا دوسرا گروہ غلو میں پیغمبر کو بشر وانسان نہ مانا اور ان کو فوق البشر بنادیا، اور اللہ سے بڑھ کر پیغمبر سے محبت کر رہے ہیں اور اللہ کا چہیتا بیٹا بنادیا، خنزیر، شراب اور زنا کو حلال کر لیا، اللہ کی زمین پر اللہ کا قانونِ زندگی نافذ کرنے کے بجائے انسانی قانون کو نافذ کر کے انسانوں پر اپنی خدائی چلا رہے ہیں اور خدا کے بجائے انسانوں کی اطاعت پر مجبور کر رہے ہیں، چنانچہ انسانی قانون کے تحت خدائی تخلیق کو بدل رہے ہیں اور خدائی نظام کے خلاف مرد کو مرد کے ساتھ اور عورت کو عورت کے ساتھ شادی کے ذریعہ غیر فطری طریقے سے زندگی گذارنے کا قانون بنادیا، اور زنا کو اتنا آسان کر دیا کہ شادی مشکل ہوگئی، زنا کے باقاعدہ پرمٹ دئے، سیکس کی تعلیم کو اتنی عام کر دیا کہ جوان ہونے سے پہلے لڑکا اور لڑکی زنا میں گرفتار ہو جاتے ہیں، شادی سے پہلے حاملہ بن جاتی ہیں، شادی شدہ مرد اور عورتیں گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ رکھنا عیب نہیں سمجھتیں، لوگوں میں زنا کو گناہ تصور کرنا ہی ختم ہو گیا، ایک عورت

شادی کے بعد کئی مردوں سے خواہش پوری کرنے یا عورت مرد خوشی سے زنا کرنے کو جرم قرار نہیں دیا گیا، عورتوں کو طلاق ایسے دی جاتی ہے جیسے صبح وشام کپڑے بدلے جاتے ہیں۔

ہر شہر اور ہر علاقے میں جوا، سٹّہ اور ریس کو کھیل بنادیا گیا، عورتوں میں بے حیائی اور بے پردگی عام کردی گئی، عورت کو مردوں کی برابری کا احساس دلاکر گھریلو زندگی سے نکال کر دفتری اور بازاری زندگی میں لگادیا گیا، اور پردے کو دقیانوسی لباس بتلایا گیا، بے پردگی کو اعلیٰ تہذیب اور اعلیٰ تمدن سمجھایا گیا، عورت کا لباس اُتار کر برائے نام لباس پہنا کر فیشن بتلاکر باریک ونیم عریاں کپڑے پہنا کر اُسے سرِ بازار ننگا کردیا گیا، ایرہوسٹس، نرس، ریسپشنسٹ، کلرک، ٹیلیفون آپریٹر، کنڈکٹر، ڈرائیور بناکر ہر جگہ مردوں کی خدمت پر لگاکر اُسے عورتوں کی آزادی کا نام دے دیا گیا، گھر کی چاردیواری میں رہنے کو جہالت اور دقیانوسیت سمجھادیا گیا۔

عورتوں کو گمراہ کرکے گھر سے بے گھر کیا اور مردوں کی برابری کا سبق دے کر ہوٹلوں' کلبوں' بازاروں' دفتروں اور کارخانوں میں لایا، اور کلبوں اور باروں میں لوگوں کی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو ننگا کرکے ان کو نچا کر ان کے جسموں سے لذت لینے کو زندگی سمجھا گیا، کسی کے نزدیک ہر روز نئی عورت کا نئے مرد کے ساتھ مزہ لینا زندگی سمجھی گئی، اور لاکھوں مردوں کو ایسا گمراہ کیا کہ وہ اپنی بیوی کے خاص مقام سے مزہ لینے اور ان کو بے پردہ نیم برہنہ پھرا کر ان کے چہرے، آواز، بال، چال اور عورت کے دیگر مخصوص اعضاء سے گناہ کرنے کا موقع دے کر لاکھوں انسانوں کو آنکھوں، کانوں، دل و دماغ اور زبان کے گناہوں میں مبتلا کردیا اور کررہے ہیں۔

انسانوں کی کثیر تعداد نے شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں میں مست رہ کر زندگی گذارنے کو زندگی سمجھا، ان کے نزدیک شراب وکباب کے نشہ میں مست ومگن رہنا ہی زندگی ہے، وہ شراب پی کر اپنی عقل گم کرکے ہوش وحواس کھو کر ماں' بہن' بیٹی اور بستی والوں کے ساتھ فحش کلامی اور گالی گلوچ کرنا، مار پیٹ کرنا بُرا نہیں سمجھتے، دنیا میں سیکڑوں شراب خانے قائم کردئے گئے، ٹی وی کے ذریعہ ہر گھر کو ناچ گانے بجانے کی برائی میں مبتلا

کر دیا، بلکہ آج اسی ٹی وی کے ذریعہ کئی گھر خود ناچ گانے بجانے کے اڈّے بن رہے ہیں، فلمیں، بلو فلمیں دیکھ کر وقت گذاری کرنے کو زندگی سمجھا جا رہا ہے، یہ سب انسانوں کی حالت بتلا رہی ہے کہ وہ کھلے طور پر گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں۔

انسانوں کی ایک بڑی تعداد سورج' چاند' ستارے، زمین، درخت، جانور کو خدا کے مقام پر بٹھا دیا اور ان کی پرستش کرتے ہیں، کسی نے دولت' دُکان اور سامانِ صنعت و حرفت کو پلنے کا ذریعہ سمجھا، یہ سب انسان کی گمراہی کی شہادت ہے، غرض دنیا کی بڑی تعداد خدا کو چھوڑ کر مخلوقات کو اصل سمجھ کر گمراہی میں مبتلا ہو گئی ہے، وہ اللہ کو خالص ایک اور اکیلا نہیں مانتی اور گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہی ہے، مکمل نقصان اور گھاٹے میں چل رہی ہے۔

دنیا میں بہت سے لوگ اپنے نفس کو خدا بنا بیٹھے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے نفس کے غلام بنے رہتے ہیں، وہ خدا سے بڑھ کر نفس کی اطاعت کرتے ہیں، نفسانی غلط خواہشات پر زندگی گذارنے والوں کی زندگی بھی گواہ ہے کہ وہ گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں، نفس کی خواہش پر جسم اور دولت کا استعمال غلط کرتے، باپ دادا کی اندھی تقلید، جاہلانہ رسم و رواج، فضول خرچی، بدعات و خرافات میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اکثر مسلمان بھی خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں

اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی اس غفلت میں نہ رہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص امت ہیں، جنت انہی کے لئے ہے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں، ان کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو کثیر تعداد غفلت کے ساتھ گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہی ہے، وہ قرآن پڑھتے، قرآن کو اللہ کا کلام مانتے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور آپؐ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر زندگی کے بہت سے کاموں میں اسلام کے خلاف زندگی گذار رہے ہیں، ان کے نزدیک پیغمبر صرف محبت کرنے کے لئے ہے، اطاعت کرنے کے لئے نہیں، جبکہ پیغمبر کو محبت کے ساتھ اطاعت کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد کا ایمان ہی درست نہیں ہے، وہ اللہ کی پہچان رکھے بغیر اسلام پر زندگی گذار رہے ہیں اور قرآن مجید کے تقریباً ہر حکم کے خلاف چل رہے ہیں، اس کو وہ گھاٹا اور خسارہ نہیں سمجھتے، آخرت سے غافل، بے فکری کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، ان کو نہ خود سدھرنے کی فکر ہے نہ اپنی اولاد کو جہنم سے بچانے کی فکر ہے، جس کی وجہ سے نسلوں کی نسلیں گمراہ ہورہی ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ شعوری اور حقیقی ایمان سے خالی ہیں، صرف سطحی طور پر باپ دادا کی اندھی پیروی میں آنکھ بند کر کے ایمان رکھتے ہیں، ایک بڑی تعداد ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود کلمۂ طیبہ کا معنیٰ اور مطلب ہی نہیں جانتی، اور نہ اس کی کوئی تشریح جانتی ہے، جس کی وجہ سے ان کے پاس اللہ کی صحیح پہچان ہی نہیں، وہ اللہ کی ذات میں شرک تو نہیں کرتے مگر اللہ کی صفات اور حقوق میں شرک کرتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ مخلوق سے صحت وتندرستی، تجارت ونوکری اور دیگر مسائل میں اللہ سے دعاء کرنے کے بجائے ولیوں، بزرگوں کی قبروں پر جاکر دعائیں کرتے ہیں، اللہ کے علاوہ قبروں پر رکوع وسجدہ اور طواف بھی کرتے ہیں، ان سے منّتیں مُرادیں مانگتے ہیں، ان کی یہ حالت بتلا رہی ہے کہ وہ بھی دوسری قوموں کی طرح گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں، اللہ کے صفاتی ناموں کو تبرک کے طور پر گھروں میں لگائے رکھتے ہیں یا تسبیح پر برکت کے حصول کے لئے پڑھتے رہتے ہیں، اللہ کے کسی ایک صفاتی نام کا معنیٰ ومطلب تک نہیں جانتے، اللہ سے بڑھ کر پیغمبر سے محبت کرتے ہیں، ان کے نزدیک نماز کی اہمیت بہت کم ہوتی ہے، بدعات ورسم ورواج کی اہمیت زیادہ ہے، جو لوگ حق سمجھاتے ہیں، حق کی دعوت دیتے ہیں ان کو وہ لوگ گمراہ اور بے دین کہتے ہیں۔

قرآن سے تعلق کا یہ عالم ہے کہ جو لوگ سورۂ فاتحہ ہر روز نماز میں پڑھتے ہیں ان میں کی اکثریت اس سورۃ کا معنی ومطلب ہی نہیں جانتی، سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک کی سورتیں یاد ہوتی ہیں، لیکن ان کا معنیٰ ومطلب نہیں جانتے، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، ماشاء اللہ، انشاء اللہ کے معنیٰ جانے بغیر بے شعوری کے ساتھ ہر روز پڑھتے ہیں، اذان میں

اللہ کو اللہ اکبر کہہ کر بڑا مانتے ہیں، نماز کی ہر رکعت میں اللہ اکبر کا اقرار کرتے ہیں، مگر زندگی کے تمام شعبوں، حکومتوں، عدالتوں، پارلیمنٹ، دُکانوں، مکانوں، کمپنیوں، تجارت، نوکری، لباس، شادی بیاہ، دوستی و دشمنی میں کہیں پر بھی اللہ کی بڑائی میں زندگی نہیں گذارتے، زندگی کے ہر کام میں ان کی اپنی بڑائی یا نفس کی بڑائی یا معاشرے کے رسم و رواج کی بڑائی ملتی ہے، قرآن بس برکت کے لئے رسمی انداز میں تلاوت کر لیتے ہیں ہدایت حاصل کرنے کے لئے تلاوت نہیں کرتے، توحید کیا ہے؟ شرک کی کتنی قسمیں ہیں؟ نہیں جانتے، توحید اور شرک کے ساتھ عقیدۂ ایمان رکھتے ہیں، اور شرکیہ عقائد و اعمال پر زندگی گذارتے ہیں، زیادہ تر اسلام کے مقابلے بدعات و خرافات کو دین سمجھتے ہیں، ایسے مسلمانوں کی یہ حالت اس بات پر گواہ ہے کہ وہ گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں۔

اللہ نے مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے، مگر کثیر تعداد اس کو ضروری نہیں سمجھتی اور صرف جمعہ کی نماز ادا کر کے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، اور جمعہ کی دو رکعت فرض کے بعد فوراً مسجد سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے قیدی جیل سے بھاگتا ہے، جمعہ کے دن خطبے تک دُکانیں اور دوسری تجارتیں اور سواریاں وغیرہ سب کاروبار میں لگے رہتے ہیں، دین کے نام پر رسمی انداز سے چند دعاؤں اور سورتوں کو رٹ کر دینی تعلیم کے مل جانے کا تصور رکھتے ہیں، اپنی اولاد کو بھی اسی انداز پر بے شعوری کے ساتھ دینی تعلیم دلاتے ہیں، ان میں اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی فکر ہی نظر نہیں آتی، ان پر پوری محنت حرام و حلال کے مخلوط پیسوں اور طریقوں سے دنیا بنانے کی کرتے ہیں، صرف دنیا کی تعلیم دلا کر مطمئن رہتے ہیں، اور حرام مال سے ڈاکٹر و انجینئر بنا کر دین سے بالکل ناواقف رکھ کر خود کو اور ان کو جہنم کا ایندھن بننے کے قابل بناتے ہیں، <u>رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ نقصان میں وہ شخص ہے جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت خراب کر لے۔</u> (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مقابلے مغربی کلچر کے دیوانے ہیں، اسلام

کے مقابلے مغربی کلچر کو اعلیٰ تہذیب وتمدن سمجھتے ہیں، رمضان کی حد تک مسلمان نظر آتے ہیں، رمضان کے فوراً بعد پوری مسلمانیت غائب ہوجاتی ہے،قوم کی بڑی تعداد فحش کلامی، گالی گلوج سے گفتگو کرنے کی عادی ہوگئی ہے' ساتھ ہی اس کو بڑاپن اوراچھا سمجھتی ہے، بے ایمانی کا یہ حال ہے کہ ۱۰۰/روپے قرض دے کر واپس لینے چپلیں گھسنا پڑتا ہے، مسلمان ہوتے ہوئے لوگوں کی دُکانوں، مکانوں اور زمینوں پر ناجائز قبضے کرتے ہیں، وعدے کی پابندی کبھی نہیں کرتے، جھوٹے وعدے' جھوٹے مقدمات' غیروں کی عدالتوں میں ڈال کر دین کا مذاق اُڑاتے ہیں اور بظاہر خود منافقانہ انداز میں زندگی گذارتے ہیں۔

پردہ تقریباً ختم کر کے حجاب کے نام پر اسکارف باندھنا شروع کردیا، جبکہ اللہ نے قرآن میں عورتوں سے پردے کے پیچھے سے کوئی چیز مانگنے کی تعلیم دی ہے، چہرہ ہی اصل برائی کی شروعات کی پہلی سیڑھی ہے، بوڑھی عورت کو کوئی نہیں گھورتا، چہرے ہی سے عورت کی جوانی اور عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے، چہرے کی کشش سے مرد متاثر ہوتے ہیں، کوئی بھی کسی عورت کے بال اور کانوں کو دیکھ کر دیوانہ نہیں بنتا لیکن یہ چہرہ کھلا رکھ کر بالوں اور کانوں کو چھپاتی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے مغرب کی نقالی کرتے ہیں، شادی کے نام پر اُسے مشکل اور زنا کو آسان کردیا اور باقاعدہ حرام مال کمانے کے لئے اولاد کی پوری تعلیم کا خرچ نکالنے کے لئے لڑکی والوں کا گھر لوٹتے ہیں، جوڑے وتلک کے نام پر پیسہ وصول کرتے ہیں، سامانِ جہیز زور زبردستی کر کے لیتے ہیں، فضول خرچی کا یہ عالم ہے کہ رسم ورواج کرنے اور نکاح کرنے میں حد سے گذر جاتے ہیں، صرف قرض میں ہی نہیں بلکہ سودی قرضوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اسلام نے ناچ گانا بجانا حرام کیا ہے، مگر بعض لوگ جسارت و جرأت کے ساتھ آرکیسٹرا اور ناچ گانا کر کے خود بھی گناہ کرتے ہیں اور مہمانوں کو بھی گناہ میں مبتلا کرتے ہیں، صبر نام کی کوئی چیز ہی نہیں، نہ اپنوں کے ساتھ صبر اور نہ ہی دوسروں کے ساتھ، دنیا کے تمام انسانوں کے سدھار کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی، مگر یہ دنیا کی کیا فکر کرتے؟ خود بداعمالیوں میں گرفتار ہیں، اپنی ہی زندگی کو سدھارنا نہیں چاہتے،

رمضان اور حج کے بعد کوئی تبدیلی ان کی زندگیوں میں نظر نہیں آتی، محض دنیا کے فائدوں کے لئے جھوٹے الزامات اور غلط مقدمات کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر رہے ہیں، طلاق کی ان میں کثرت ہوگئی، ان کی یہ حالت کیا کامیابی کی دلیل ہے؟

ذرا غور کیجئے کہ کیا یہ مسلمانیت ہے؟ کیا اس طرح زندگی گذارنے کو اسلام کہتے ہیں؟ کیا حضور کے امتی ایسے ہی ہوتے ہیں؟ کیا صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ایسی ہی تھیں؟ کیا وہ اسلام پر اسی طرح عمل کرتے تھے؟

آخر قرآن بار بار تلاوت کرنے، جمعہ کے وعظ نصیحتیں سننے اور مختلف اجتماعات میں شریک ہونے، دروس قرآن سننے کے باوجود عقل کیوں نہیں آ رہی ہے؟ آخر کب آخرت کی تیاری کریں گے؟ ہم کب تک اللہ کی اس تاکید کے خلاف بے شعور مسلمان بنے رہیں گے؟ دنیا میں چاروں طرف کثرت سے عذابات آ رہے ہیں، ذلت میں مبتلا ہونے کے باوجود کیا بے ہوش ہی رہیں گے؟ عبرت ونصیحت حاصل نہیں کریں گے؟

یہ تمام خرابیاں اور بداعمالیاں محض ایمان کی مضبوط اور گہری تعلیم نہ ملنے کی وجہ سے ہے، ہمیں صرف سطحی انداز پر ایمان کی تعلیم مل رہی ہے، دنیا میں کوئی مشین خراب ہوجائے اور اس میں سے مال خراب نکلنے لگے تو دنیا کا کوئی صنعت کار مال کو نہیں مشین کو درست کرتا ہے، ہم بگڑے ہوئے انسانوں یا ہماری اولاد کو بچپن سے پختہ اور مضبوط ایمان کی تعلیم دئے بغیر اعمال اور مسائل کی تعلیم دے رہے ہیں، صحابہ کرامؓ کو ایمان پہلے ملا اور اسلام بعد میں ملا، ہمیں اسلام پہلے مل رہا ہے اور ایمان کی پختہ تعلیم نہ ملنے کے برابر ہے، ایمان کی سرسری بے شعوری والی تعلیم مل رہی ہے، ایسا ایمان مل رہا ہے جس سے انسان کے اندر کسی نیک عمل کا جذبہ پیدا نہیں ہو رہا ہے، ایمان کی بنیاد ڈالے بغیر ہی اعمال اور مسائل کی تعلیم دی جا رہی ہے، زمین (دل) کو زرخیز بنائے بغیر اعمال کا بیج بویا جا رہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآن میں پہلے جو کلام اُترا وہ جنت و دوزخ (توحید رسالت اور آخرت) یعنی ایمانیات تھا، جب لوگوں کے دل (ایمان و

اسلام پر مضبوط ہوگئے تو اس کے بعد حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے، اگر پہلے ہی یہ نازل ہوتا کہ تم لوگ شراب نہ پیو، زنا نہ کرو، تو ضرور لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہیں چھوڑ یں گے، ہم کبھی زنا نہیں چھوڑیں گے، (بخاری) اس سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ زمین کو زرخیز کر کے پودا لگانا ہوگا، بنجر زمین پر پودا نہیں لگتا، یا تو بیج جل جاتا ہے یا پودا پرورش نہیں پا سکتا۔

جیسا ایمان ہوگا، اعمال بھی ویسے ہی نکلیں گے، اگر ایمان ناقص و ناکارہ اور شرک سے ملا ہوا ہو تو اعمال بھی ویسے ہی نکلیں گے، اس لئے مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ، مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی، مفتی محمد شعیب مظاہری، مفتی امتیاز خان مفتاحی نقشبندی، مولانا عبدالمعبود قاسمی اور مفتی محمد عمران خان حسامی کی سرپرستی میں تیار کردہ تعلیم الایمان کے تمام حصے خود پڑھیں اور اپنے خاندان والوں کو بھی ضرور پڑھائیں تاکہ سبھی کو شعوری اور حقیقی ایمان مل سکے۔

انسانوں کی کامیابی کا واحد راستہ اللہ کو اکیلا مان کر اُس پر ایمان لانا ہے

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا . سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔

اسلامی تعلیمات کی پوری جان اور روح ایمان ہے، ویسے ایمان پوری کائنات کی جان ہے، دنیا کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کو، فرشتوں کو، برزخ کو، حشر کے میدان کو، جنت اور دوزخ کو بغیر دیکھے، پیغمبر پر نازل ہونے والی وحی کے مطابق ماننا اور ان پر یقین رکھنا ایمان کہلاتا ہے۔

صرف ماننا کافی نہیں، یقین کرنا ضروری ہے، ان تمام باتوں میں کسی کو ماننا اور کسی کا انکار کرنا یا ان میں شک کرنا انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے، تقریباً دنیا کے تمام مذاہب اللہ کو کسی نہ کسی نام سے مانتے ضرور ہیں، مگر خالص نہیں مانتے، ان کا خیال اور گمان ہے کہ اتنی بڑی کائنات اور اس کے تمام کاموں کو ایک اکیلا خدا نہیں سنبھال سکتا، چنانچہ دنیوی حکومتوں کی طرح اس کائنات کے مختلف کاموں کے لئے الگ الگ خدا تصور

کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے ذریعہ کائنات کا نظام چل رہا ہے، وہ اللہ کو سب سے بڑا خدا مانتے ہوئے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں، وہ اللہ کو ایک اور اکیلا اس کائنات کو چلانے والا نہیں مانتے، اس بات پر ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے، صرف ان کا خیال و گمان ہے، ہر زمانے میں پیغمبروں نے اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے اور اسی کی بندگی و عبدیت کی تعلیم دی کہ **قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا**۔

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ انسانوں کے نیک اعمال کے قبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق' صحابہؓ جیسا خالص' کامل و مکمل ایمان لانا ہوگا، ورنہ بڑے سے بڑا نیک عمل بھی قبول نہ کیا جائے گا، یہود و نصاریٰ باوجود پیغمبر کو اور آسمانی کتابوں کو ماننے کے ان کے ایمان کو رڈ کر دیا گیا، اس لئے کہ انہوں نے ایمان باللہ میں شرک کیا، فرشتوں سے بغض رکھا، کتابوں کا انکار کیا اور ان میں تحریف کی، پیغمبروں میں تفریق کی، آخرت کے عقیدہ میں خرابی پیدا کر لی، اس لئے ان کو ایمان والا نہیں مانا گیا، ان کے نیک اعمال کو ناکارہ قرار دیا گیا، منافق باوجود ایمان کا دعویٰ کرنے کے اور بظاہر اسلام کی پابندی کرنے کے ان کو بھی ایمان والا نہیں مانا گیا، اس لئے کہ وہ صرف زبان سے اسلام کو مانتے تھے' دل سے انکار کرتے تھے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ذات سے صرف محبت کرنے سے بھی ایمان کامل نہیں ہوتا، ذات کی محبت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت کرنے سے ایمان کامل و مکمل ہوتا ہے، پیغمبروں کو دنیا میں صرف ذات سے محبت کرنے کے لئے نہیں بھیجا جاتا؛ بلکہ رسول پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس کی اتباع و اطاعت کرنے، وحی کو سچا ماننے اور اسی میں نجات و کامیابی سمجھنے سے ایمان کامل ہوتا ہے۔

حضرت ابوطالب' حضور ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ نے دعوت و تبلیغِ اسلام میں بہت مدد کی، اپنے اہل و عیال کو بھی حضور ﷺ پر ایمان لانے سے منع نہیں کیا؛ بلکہ ترغیب بھی دی، مگر خود ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوئے، اس پر ان کو جہنم کا سب

سے کم ترین عذاب دیا جائے گا کہ انہیں گندک کی آگ والی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔

اسی طرح تمام پیغمبروں کو بشر مان کر ایمان لانا ہوگا، عیسائیوں نے غلو کر کے حضرت عیسیٰؑ کو بشر کے مقام سے آگے بڑھا کر فوق البشر بنا دیا، اور ایمان سے خارج ہو گئے، اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو بھی اللہ کا عبد و بندہ مان کر، بشر مان کر ایمان لانا ہوگا، ورنہ ایمان ناقص اور ناکارہ ہو جائے گا، سورۂ یوسف آیت: ۱۰۶ میں ارشاد ہے: **وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ** ٥ ترجمہ: ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

اسی طرح ہم اگر اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اللہ کو مانتی تو ضرور ہے، کلمہ پڑھتی ہے، رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتی ہے، وہ باپ دادا کی تقلید میں ایمان کے الفاظ رٹ لیتی ہے، مگر ان کو شرک اور توحید کا فرق ہی نہیں معلوم، رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں مگر اتباع یہود و نصاریٰ یا مشرکین کے جاہلانہ طریقوں اور ان کے رسوم و رواج کی کرتے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ کہ وہ شعوری اور حقیقی ایمان سے محروم ہیں، صرف وراثت میں باپ دادا اور خاندان کی طرف سے جو اور جیسا ایمان ملا اس کی پیروی کرتے ہیں۔

زیادہ تر مسلمان فقیر، میکانک، ڈرائیور، آٹو چلانے والے، ٹھیلہ بنڈی پر تجارت کرنے والے اور دولت مند، دنیا کے پڑھے لکھے، بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والوں میں اسلام کی بنیاد ایمانیات سے واقف نہیں ہیں، جو لوگ ایمان قبول کرتے ہیں ان کو بھی شعور کے راستے سے ایمانیات کی پختہ تعلیم دئے بغیر عبادات کی مشق کروا کر اسلام پر چلایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی بعد والی نسلیں عام مسلمانوں جیسی بے شعور بنی رہتی ہیں، وہ بھی بگڑے ہوئے مسلمان بن جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے، وہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، وہ

انسان کا دل ہے۔(صحیح بخاری)

اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ دل میں ایمان پیدا کیا جائے، دل پر ایمان میں یقین پیدا کرنے کی محنت کیجائے تو انسان کے جسم سے اسلام نکلے گا، دل میں ایمان نہ ہو یا ایمان ناقص ہو تو جسم کے اعضاء اللہ کی نافرمانی، بغاوت اور شرک میں مبتلا ہو جائیں گے، اکثر مسلمانوں کی حالت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زبان سے تو کلمہ کے الفاظ ادا کرتے ہیں مگر ایمان کے یقین سے دور ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں ایمان کے الفاظ صرف رٹا دئے جاتے ہیں، یا سرسری ایمانیات سمجھا دی جاتی ہیں اور زیادہ محنت مسلمانوں پر اعمال اور مسائل کی کیجاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بہت سے دینی اعمال و مسائل سے واقف تو ہو جاتے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کر سکتے، اور دل میں بگڑے ہوئے ایمان کے ساتھ مسلمان بنے رہتے ہیں، اور اپنی اس حالت پر مطمئن بھی رہتے ہیں کہ وہ ایمان والے مسلمان ہیں۔

☆ اگر ایک انسان اندر سے بیمار ہو اور وہ اپنے آپ کو صحت مند تصور کرے، پھر آخری وقت میں ڈاکٹر کے پاس جائے اور ڈاکٹر اس سے کہے کہ تمہارا مرض اب لاعلاج ہے، موت سے تم اب بچ نہیں سکتے، ایسے وقت کیا وہ بیماری سے صحت مند ہو سکے گا؟

☆ ایک بزرگ نے کسی دُکان پر کچھ خریدا اور جیب سے روپے نکال کر دُکاندار کو دئے، دُکاندار نے کہا کہ حضرت! یہ سکّے کھوٹے اور جعلی ہیں، بزرگ یہ سن کر بیہوش ہو کر گر گئے، جب ہوش آیا تو لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ مجھے یہ خیال آیا کہ مرنے کے بعد اگر اللہ بھی مجھے یہ کہدے کہ تمہارا ایمان کھوٹا ہے، مجھے یہ ایمان قبول نہیں ہے! تو اس وقت میرا کیا حال ہوگا؟

ایمان دراصل روح ہے، اور شریعت جسم، یعنی ایمان بنیاد ہے اور شریعت ڈھانچہ، حالت یہ ہے کہ ساری دنیا میں بغیر ایمان کی بنیاد کے صرف شریعت کے ڈھانچے کی تعلیم دی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے اکثر مسلمان اعمال و مسائل سے تو واقف ہیں لیکن صحیح ایمان نہیں رکھتے، اگر کسی بلڈنگ میں بنیاد نہ ڈالی جائے یا ناقص بنیاد ڈالی جائے تو وہ بلڈنگ ٹھہر ہی نہیں سکتی، اگر کسی درخت کو جڑیں نہ ہوں تو وہ پھل پھول نہیں دے سکتا، اسی طرح اعمالِ

صالحہ کے نکلنے اور شریعت پر جمے رہنے کے لئے ایمان ضروری ہے، ایمان ہی سے اعمال صالحہ نکلتے ہیں، یہ بات ہمارے مصلحین کو سمجھ میں نہیں آرہی ہے، اسی لئے ساری دنیا میں مسلمانوں کو شعوری ایمان نہ دے کر ایمان میں یقین پیدا کروائے بغیر اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی جارہی ہے اور اصلاحِ معاشرہ کے عنوان پر روح پیدا کئے بغیر ڈھانچہ سجایا جارہا ہے۔

اللہ نے سورہ نور میں ارشاد فرمایا: **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ.** اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، جب نور آتا ہے تو زمین اور آسمانوں کی تمام تاریکیاں اور اندھیرے دور ہوجاتے ہیں، اللہ پر ایمان دراصل انسانوں کی جہالتوں اور تاریکیوں کو دور کرنے کا واحد ذریعہ ہے، اللہ کے نور سے مراد اللہ پر ایمان ہے، جب انسان کے دل میں ایمان آتا ہے تو انسان کی سیرت بنتی ہے اور انسان کی ساری جہالتیں اور گمراہی دور ہوجاتی ہے، اور وہ گمراہی کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں راہ راست پر آجاتا ہے اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہوجاتا ہے، اللہ کائنات کا نور ہے جس کی وجہ سے انسان کے دل میں حق روشن ہوکر دل ایمان کے نور سے منور ہوجاتا ہے اور وہ اپنی زندگی میں حق و باطل، صحیح اور غلط، جنت اور دوزخ کے راستوں کو سمجھ سکتا ہے اور گناہوں سے بچ کر اخلاق رذیلہ سے دور رہ سکتا ہے، اور دنیا میں کامیاب زندگی گذار سکتا ہے۔

ایمان ایک ایسا نور ہے جب انسان میں حقیقی اور شعوری بن کر داخل ہوجاتا ہے تو زندگی کے ہر شعبے میں اس کی روشنی اور رنگ نظر آتا ہے اور وہ ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، اس کی زندگی کا ہر عمل ایمان کی نمائندگی اور اظہار کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی اور غیر ایمان والے کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق آجاتا ہے، اس کو اس مثال سے سمجھئے:

جیسے ایک جگ پانی میں چٹکی بھر رنگ ڈال دیں، تو رنگ کا اثر جگ کے پورے پانی کے قطروں میں ظاہر ہوتا ہے، اس کے برعکس جگ میں شربت ہو اور اس میں شکر ڈالی جائے اور اگر شکر شربت میں نہ گھلے اور جگ کے نیچے ہی جمی رہے تو شربت پھیکا ہی رہے گا، بالکل اسی طرح ایمان اگر حقیقی اور شعوری نہ ہو اور دل میں یقین کے ساتھ نہ اترے تو

جسم سے اعمال صالحہ نہیں نکلیں گے۔

دنیا میں اگر کوئی گندی ناپاک چیز شراب پی لے تو اس کی چال ڈھال اور رفتار و گفتار میں فرق آجاتا ہے، ایک انسان ایمان قبول کرنے کے بعد بھی اگر اس سے ایمانی اعمال ظاہر نہیں ہورہے ہیں تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ اس کا ایمان دل میں جگہ نہیں بنا پایا اور ایمان اس کے دل کی زمین میں جذب نہیں ہوا، اور جب جذب ہوجائے تو اس کی روح زندہ اور طاقتور ہوجاتی ہے، اور نفس لوّامہ کے ساتھ ملکر ایمان کے تقاضے پورے کرتی ہے۔

اس لئے ایمان کے ساتھ ایمان میں یقین پیدا کرنے کی محنت کیجئے اور ہر بچے کو دین ویسے ہی سمجھائیے جیسے غیر مسلموں کو سمجھایا جاتا ہے، اس کے لئے سب سے پہلے دل کی زمین کو معرفت الٰہی سے زرخیز کرکے ایمان کا بیج بونا پڑے گا۔

ظاہر بات ہے کہ جب روشنی آجاتی ہے تو انسان گندگی' ناپاکی اور شیطانی اعمال اور کاموں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، جب ایمان کے نور سے خالی رہتا ہے یا بگڑے ہوئے ایمان کے ساتھ رہتا ہے تو گندگی' ناپاکی اور جہنم کے راستوں کو سمجھ نہیں سکتا، اس کی سیرت شیطانی اعمال والی ہوتی ہے، ایمان کی روشنی کی وجہ سے روح' طاقتور اور صحتمند ہوجاتی ہے اور شیطان کے بہکاوے میں نہیں آتی، ایمان ہی کی روشنی کی وجہ سے توحید اور شرک کا فرق سمجھ میں آتا ہے، ایمان کی روشنی کی وجہ سے وہ اعمال صالحہ کا ایسا سرسبز وشاداب درخت بنتا چلا جاتا ہے جس کی شاخیں پھیلتی رہتی ہیں، جس کے پھول خوشبودار اور پھل مزے دار، میٹھے اور قوت بخش ہوتے ہیں، ایمان سے خالی انسان اللہ کے نور سے محروم ہوتا ہے، اور شجر خبیثہ بنتا ہے اور وہ کانٹی دار جھاڑ کی مانند بن کر بے رنگ و بو کے پھول اور بدبودار کیڑے دار، کسالے اور سڑھے ہوئے بدمزا پھل دیتا ہے، اس کو نیک اور اعمال صالحہ سے گھبراہٹ اور نفرت ہوتی ہے، وہ اچھے اعمال کرتا بھی ہے تو وہ مرے ہوئے مردہ جانور کی طرح بے قیمت و بے جان اور اخلاص سے خالی ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا میں یہود و نصاریٰ اور مشرک و کافر

قومیں موجود تھیں، یہودی اور نصرانی اہل کتاب تھے، مگر یہودیوں کے بگاڑ کا یہ عالم تھا کہ وہ سوائے تورات کے کسی کی اصلاح قبول کرنے تیار نہیں تھے، تورات کو بھی انہوں نے تحریفات کر کے اس کی روح کو ہی ختم کر دیا تھا، اور بار بار پیغمبروں کو قتل کیا، آخر میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کروایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر جاننے کے باوجود قتل کرنا چاہا، حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد نصاریٰ نے غلو میں آ کر تین خداؤں کا عقیدہ بنالیا اور حضرت عیسیٰؑ سے ایسی محبت کی کہ ان کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا، اور انجیل میں توحید کے ساتھ شرکیہ باتوں اور عقائد و اعمال کا اضافہ کر کے تحریف کر ڈالی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی کو پیغمبر ماننے کے لئے تیار نہ تھے، یہودیوں نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔

ایسی صورت میں اللہ نے اپنی حکمت سے ان دونوں اہل کتاب کے مقابلے مشرکینِ مکہ کے قبیلے بنواسماعیل (قریش) کا انتخاب کیا اور ان میں اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، جبکہ اہل کتاب کے مقابلے مشرکین مکہ کی اصلاح بہت مشکل کام تھا، اس لئے کہ مشرکین زنا، قتل، شراب، جوا، بے ایمانی، ناانصافی، ظلم و زیادتی، بے حیائی و بے شرمی یعنی ایمان سے خالی اور شرک سے بھرپور زندگی گذار رہے تھے، وہ کتاب، پیغمبر اور آخرت کے تصور سے بالکل خالی تھے، دوسری طرف اہل کتاب کسی کی اصلاح قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، حالانکہ ان کے پاس بگڑی ہوئی حالت میں اللہ پر رسولوں پر کتابوں پر فرشتوں پر اور آخرت پر ایمان تھا، پھر بھی وہ اللہ کی پہچان صحیح نہیں رکھتے تھے۔

چنانچہ اللہ نے اہل کتاب کے مقابلے بنواسماعیل جو مشرک قوم تھی ان کا انتخاب کیا اور سب سے پہلی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نازل کی کہ **اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ**. یعنی اے محمدؐ! آپ ان لوگوں کو اللہ کے نام سے تعلیم دیجئے، اللہ کا تعارف کروا کر پڑھایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں کہا گیا کہ پہلے ان سے ان کی جہالت اور بداعمالیوں کو دور کرنے کے لئے اصلاحِ معاشرہ کا کام کریں، سود، شراب، زنا،

قتل، جوا، چوری، بے حیائی و بے شرمی دور کر کے پھر ایمان کی دعوت اور تعلیم دیں، ایسا نہیں بلکہ ان کی سیرت بنے گی' ایمان کے نور یعنی اللہ کے تعارف اور پہچان سے، یہ جب ایمان لائیں گے تو دنیا کے بہترین انسان بن سکتے ہیں، اس لئے ان کو اللہ کا تعارف کروا کر ایمان کی دعوت دیجئے، پھر مشرکین مکہ کو ایمان سے آراستہ کرنے کے بعد اہل کتاب کو صحیح اور خالص ایمان قبول کرنے کی دعوت دی گئی اور اخلاقِ رذیلہ کو چھوڑنے کی ان کو تعلیم دی گئی، مشرکین مکہ اور مدینہ کے مشرکین کو خالص ایمان سے آراستہ انسان بنا کر اہل کتاب کو سمجھایا گیا کہ حقیقت میں خالص ایمان سے زندگی میں کیسے نور اور روشنی آتی ہے اور اندھیرا کیسے دور ہوتا ہے، گندگی و ناپاکی اور پاکی وطہارت کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔

اہل کتاب جو پیغمبروں کو مانتے، کتاب الٰہی رکھتے اور اللہ کے ساتھ آخرت کو بھی مانتے تھے مگر خالص ایمان نہیں رکھتے تھے، اللہ کی پہچان سے دور ہو گئے تھے، اور کتاب الٰہی کے بہت سے احکام کی جان بوجھ کر نافرمانی کرتے تھے، شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہو چکے تھے جیسے ہم گرفتار ہیں، کتاب الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچان کی جو نشانیاں بتلائی گئی تھیں ان سے بھی بہت اچھی طرح واقف تھے، مگر اللہ نے رسول اللہ کو سب سے پہلے اہل کتاب کی بداعمالیوں کو دور کرنے کے لئے اصلاحِ معاشرہ کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کے بجائے مشرکین مکہ اور مدینہ کے لوگوں کو خالص ایمان سے آراستہ کر کے ان کی مثال پیش کر کے اہل کتاب کو خالص ایمان اور خالص بندگی کی دعوت دی گئی۔

آج امت مسلمہ کا حال بھی اہل کتاب کی طرح ہو گیا وہ کتاب الٰہی قرآن مجید رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور وعظ ونصیحت سنتے مگر شرکیہ عقائد واعمال اختیار کر کے دین کی شکل کو بگاڑ دئے ہیں، اس لئے امت مسلمہ کو درست کرنے کے لئے موجودہ زمانہ میں اصلاح معاشرہ کے بجائے تجدیدِ ایمان کی محنت کی جائے اور ان کو خالص ایمان' پختہ اور گہرائی وتفصیل کے ساتھ سمجھایا جائے، سطحی انداز پر ایمان سمجھانے سے یا ایمان کے الفاظ پڑھا دینے سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے، ان میں خاندانی، نسلی اور فقہی ایمان کے

بجائے حقیقی وشعوری ایمان پیدا کرنے کی محنت کی جائے، تب ہی وہ کتاب الٰہی پر عمل کر سکیں گے، ان کو ایمان ویسے ہی سمجھایا جائے جیسے غیر مسلمین کو سمجھایا جاتا ہے، ان کو ایمان کے الفاظ یاد دلا کر اس میں یقین پیدا کرنے کی محنت کی جائے۔

ایمان میں یقین کس طرح پیدا کیا جائے؟

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُوْلَئِکَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ٥ (الحجرات:۱۵)

ترجمہ: ایمان والے تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنہوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات کی اس آیت میں مؤمنوں کی خاص صفت یہ بیان کی کہ وہ ایمان لانے کے بعد ایمان میں کوئی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوتے، اگرچہ کہ عقیدۂ آخرت بھی ایمان کا جزو ہے، اور قرآنی تعلیمات وحدیث میں ایمان میں شک کرنا یا ایمان کے کسی جزو کا انکار کرنا انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے، عقیدۂ آخرت کے بغیر ایمان بے جان ہوجاتا ہے، اس لئے چاہے عقیدہ آخرت ہو یا ایمان کے دوسرے حصے ہوں، شک یا انکار سے انسان مؤمن نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ اس آیت میں اور سورۂ بقرہ کی آیت: **و بالاٰخرۃ ھم یوقنون** کے ذریعہ گویا پورے ایمان میں یقین پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے، اگر کوئی آخرت کو تو مانے مگر پیغمبر یا کتاب پر شک کرے یا انکار کرے تو وہ بھی مؤمن نہیں کہلا سکتا۔

ایمان میں یقین پیدا کرنے کے تین طریقے:

قرآن وحدیث کی روشنی میں ایمان میں یقین پیدا کرنے کے تین طریقے ملتے ہیں:
(۱) عبادت واعمالِ صالحہ۔ (۲) سچوں کی صحبت۔ (۳) کائنات میں غور وفکر۔

(۱) عبادت واعمالِ صالحہ: قرآن مجید مختلف مقامات پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی تعلیم دی ہے، اعمال صالحہ میں عبادت کا سب سے بڑا طریقہ صرف اللہ ہی کی عبادت نماز ہے، ایمان قبول کرنے کے بعد مؤمن کو فوراً نماز کی پابندی شروع کردینا ہے، حدیث میں ہے کہ جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو ڈھایا اس نے دین کو ڈھایا، نماز کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔

اللہ نے ایمان کے ساتھ اسلام یعنی اعمال صالحہ اختیار کرنے کی جو تعلیم ایمان والوں کو دی ہے اس کی وجہ سے انسان اپنے ایمان کو طاقت وقوت دے کر زندہ رکھ سکتا ہے، سورۂ حجرات میں بھی بدوی لوگوں سے کہا گیا کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ اسلام پر چل رہے ہو، اگر تم حضور ﷺ کی اطاعت کرتے رہو گے تو تم میں ایمان پیدا ہوتا چلا جائے گا، گویا اسلام سے ایمان ہے اور ایمان سے اسلام ہے، انسان کا اسلام یعنی اعمال صالحہ کی وجہ سے فطری اعمال کی نورانیت اور سچائی کی روحانیت کی وجہ سے انسان میں ایمان کی کیفیت پیدا ہونا اور یقین کی کیفیت بڑھنا شروع ہوجاتی ہے، وہ گندگی سے پاکیزگی، اندھیرے سے اجالے کو سمجھنا شروع کردیتا ہے، باطل کی گمراہی کے مقابلے میں حق کی سیدھی راہ کو سمجھنا شروع کردیتا ہے اور ایمان کی لذت لیتا رہتا ہے۔

مؤمنوں کے لئے اعمال صالحہ گویا ایمان کی ورزش اور ایکسرسائز ہے، جب انسان رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں اللہ کی عبادت واطاعت کرے گا، اس کا ایمان بار بار عبادت کی وجہ سے تازہ اور زندہ رہے گا، اور اس کا یقین اسلام پر رہے گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ورزش کرنے سے جسم توانا اور تندرست رہتا ہے، اسی طرح انسان کی عبادات واطاعت سے اپنے ایمان کو وہ زندہ اور باقی رکھ سکتا ہے، چنانچہ جنازہ کی نماز کی دعاء میں یہی دعاء اللہ سے کی جاتی ہے، جس طرح ورزش ترک کردینے سے انسان صحتمند باقی نہیں رہتا اسی طرح اللہ کی عبادت واطاعت کبھی کرنے اور کبھی نہ کرنے پر ایمان میں ضعف اور یقین میں کمزوری آنا شروع ہوجاتی ہے۔

ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے، عبادات و اعمال صالحہ سے ایمان بڑھتا ہے، مؤمن کے لئے ایمان میں جان اور یقین پیدا کرنے کا نماز سب سے بڑا طریقہ ہے، اس سے وہ اللہ اور آخرت کو بھولنے نہیں پاتا، اگر انسان پانچ وقت کی نماز کی جگہ صرف جمعہ کی نماز کا اہتمام کرے تو وہ ایمان کو زندہ نہیں رکھ سکتا، اس کا ایمان گھٹ کر اس کے یقین کی کیفیت ایمان میں کمزور ہوکر آخرت سے غافل اور شک وشبہ کے پیدا ہونے کا ڈر ہے، مگر عبادات و اطاعت کے ذریعہ جو یقین پیدا ہوتا رہتا ہے وہ بے شعوری' تقلیدی' نسلی' سنا سنائی والا اور دیکھا دیکھی والا ہوتا ہے، زبان سے صرف ایمانی الفاظ ادا کرکے دوسروں کی نقل میں ہوتا ہے۔

اور ایسے لوگوں کا ایمان میں یقین ماحول اور معاشرے کا غلام اور محتاج ہوتا ہے، جیسا ماحول و معاشرہ ملے ویسا رنگ اختیار کرلیتا ہے، جس کی عام شکلیں ہمیں رمضان میں روزے ختم ہوتے ہی، یا حج سے واپس آنے کے بعد، یا عرب ممالک میں نوکری کرنے والوں میں نظر آتی ہیں، وہ ہر طرف نماز اور اسلام کی پابندی کا ماحول نظر آنے پر کچھ دن عبادات کی پابندی کرلیتے ہیں، مگر جیسے ہی رمضان ختم ہوا' ماحول سے الگ ہوتے ہی اسلام سے دور ہوجاتے ہیں، جس کی مثال امریکہ، لندن جانے یا اپنے ملک واپس آتے ہی عبادات کی عادت ختم کرکے نماز، پردہ، ڈاڑھی، ذکر و تلاوت سب سے دور ہوجاتے ہیں اور مغضوب اور ضالین سے بچاؤ کی دعاء کرنے والے ان ہی کے کلچر کو اختیار کرلیتے ہیں، ان کا اسلام صرف عیدین' جمعہ اور جنازہ کی نماز کی حد تک ہی باقی رہ جاتا ہے، رمضان میں سب کے ساتھ بڑے اہتمام سے روزے رکھتے ہیں۔

عمل دو طرح سے کیا جاتا ہے، ایک دیکھا دیکھی، دوسرا علم حاصل کرکے، ایسے لوگ زیادہ تر بغیر علم حاصل کئے دیکھا دیکھی عمل کرتے ہیں، اس لئے دیکھا دیکھی عبادات و اعمال صالحہ کے راستے سے جو ایمان آتا ہے وہ شعور والا نہیں ہوتا، یقین کمزور ہوتا ہے، ایسے لوگ اسلام کا ساتھ نہیں بلکہ ماحول کا ساتھ دیتے ہیں، جیسا ماحول ملا ویسا رنگ اختیار

کر لیتے ہیں، جس طرح انسان بے شعوری میں سگریٹ، چائے، پان، زردہ، تمبا کو کا عادی ہوتا ہے، اسی طرح عادت کے طور پر بے شعوری کے ساتھ پردہ، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذکر اور رسمی تلاوت قرآن کے عادی بنے رہتے ہیں، نماز بھی پڑھتے اور گناہ اور برائی بھی جاری رکھتے ہیں، ان کی نماز ان کو برائیوں اور گناہ سے نہیں روکتی، وہ دین پر اندھی تقلیدی میں آنکھیں بند کر کے بغیر علم حاصل کئے عمل کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت ہدایت کے لئے نہیں بلکہ دنیوی فائدوں' جھاڑ پھونک' تعویذوں اور شیطان کو بھگانے یا برکت یا ختم قرآن کے نام پر پیسے کمانے یا خانہ پوری کے لئے کرتے ہیں، وہ اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر عبادت کرتے ہیں، ان کا عقیدۂ توحید وشرک کا مجموعہ ہوتا ہے، قرآن نے سورۂ یوسف آیت:۱۰۶ میں فرمایا: ''اوران میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔''

چنانچہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے ایک دوسرے کی نقل میں مخلوقات سے اولاد، تندرستی، صحت، تجارت ونوکری، لڑکیوں کی شادی وغیرہ مانگتے ہیں اور منتیں مرادیں مانگتے ہیں، بزرگوں کی قبروں کا طواف اور اس کے سامنے رکوع وسجدہ کرتے ہیں، اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر اسلام پر چلتے ہیں، ان کا قرآن سے یہ تعلق ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک کے معنیٰ ومطلب سے واقف نہیں ہوتے، بے شعوری کے ساتھ عبادت کرتے ہیں، ان کی نمازیں ان کو اللہ کی نافرمانی اور برائیوں سے نہیں روکتی، وہ کبھی قرآن مجید کو سمجھنے اور غور وفکر کرنے کے لئے پچھلی قوموں کے واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی فکر ہی نہیں رکھتے، ان کو نیکیوں سے زیادہ بدعات وخرافات اور رسوم و رواج میں لذت آتی ہے، مگر اسلام کے سچے ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔

(۲) سچوں کی صحبت اختیار کرنا: قرآن مجید نے ایمان والوں کو سچوں کی صحبت اختیار کرنے کے لئے **يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ** (اے

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!) کے الفاظ سے تاکید کی ہے۔

سچے حقیقت میں کون ہو سکتے ہیں؟ سچے وہ ہیں جو اللہ کی معرفت رکھتے اور اللہ کا تعارف کروانے کی فکر کرتے ہیں، جن کے جذبات' خیالات' خواہشات انتہائی و آخری درجہ تک حق کو پسند کرتے ہیں اور حق ہی کا ساتھ دینے والے ہوتے ہیں، جن کو دیکھ کر دوسرے انسانوں کو اللہ یاد آ جاتا ہے، جو ہمیشہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور اپنے اخلاق و اعمال میں اور اپنی فکر و تدبر میں حق کا ساتھ دیتے ہیں، ہر شعبے میں سنتوں کی پابندی کرتے ہیں، جو باطل سے نفرت کرتے ہیں اور باطل کے مقابلے حق پر ثابت قدم اور مضبوطی سے جمے رہتے ہیں، دنیا کی تمام چیزوں کے مقابلے سب سے زیادہ اللہ کی محبت میں غرق رہتے ہیں، حق پر چلنے اور حق کو اختیار کرنے میں چاہے دنیا کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے برداشت کرنے والے ہوتے ہیں، اپنے ہر عمل سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی شہادت بھی دیتے ہیں، اپنی گفتگو اور اٹھتے بیٹھتے اللہ کا شکر اور اس کی تعریف و بڑائی، احسان اور بھروسہ کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

لوگوں کو معرفت الٰہی سمجھا کر مخلوقات سے کاٹ کر اللہ سے جوڑتے ہیں، باطل کے مقابلے ڈٹ کر حق کا ساتھ دیتے ہیں، ان سے کبھی منافقانہ صفات، جھوٹ، غیبت، بے ایمانی، خیانت، جھگڑا، باطل پرستی، وعدہ خلافی کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا، وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو اصل کامیابی اور نجات کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہی صدیق کہلانے کے قابل لوگ ہوتے ہیں۔

اسلام نے ایسے ہی صدیقین کی صحبت میں رہنے کی تاکید کی، ان کی صحبت سے ایمان میں یقین کی کیفیت بڑھتی ہے، ان کے اخلاق و اعمالِ زندگی کے طور طریقوں کا اثر صحبت اختیار کرنے والوں پر پڑتا ہے، جیسے برف کے قریب بیٹھنے سے ٹھنڈک اور آگ کے قریب بیٹھنے سے گرمی ملتی ہے، اسی طرح سچوں کی صحبت اختیار کرنے سے ایمان زندہ رہتا اور ایمان کی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے، وہ اپنی صحبت اختیار کرنے والوں کو آنکھ بند کر کے اسلام پر نہیں چلاتے۔

وہ اپنے ایمان کی کیفیت کو اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعہ فکر و خیالات اور جذبات و اعمال کے ذریعہ اپنے صحبت یافتہ لوگوں میں منتقل کرتے رہتے ہیں، ان کی صحبت سے اللہ کی یاد اور اللہ کا رنگ دوسرے انسانوں پر چڑھتا ہے، اور انسانوں کی فکر و خیالات میں زبردست تغیر آتا ہے، وہ انسانوں میں اللہ کی معرفت کے ساتھ شعوری اور حقیقی ایمان پیدا کرنے کی محنت کرتے ہیں۔

(۳) کائنات میں غور و فکر: قرآن مجید میں ایمان میں یقین پیدا کرنے کا سب سے بڑا طریقہ کائنات کی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے کمالات پر غور و فکر نے کی بار بار **یتفکرون، یتدبرون، یشعرون، یعقلون** کے الفاظ سے تاکید کی گئی ہے، اور انسانوں کو ایمان حاصل کرنے اور ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے کائنات میں غور و فکر کرنے کے لئے ساڑھے سات سو سے زیادہ آیات نازل کیں اور آفاق و اَنفُس میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو سمجھایا ہے، علم حاصل کر کے جو لوگ عمل کرتے ہیں ان میں یقین کی کیفیت پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ انسان قرآن کی تلاوت کے بعد اللہ کی ہدایات پر کائنات کی مخلوقات میں اللہ کی صفات پر غور و فکر کرے گا تو اس کے ایمان میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا، ایمان کو بڑھانے اور یقین پیدا کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔

انسان بھی جب کسی بچے کو ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے تو تھیوری پڑھانے کے بعد ایک مردہ لاش کو لا کر اس کے جسم کو چیر کر جسم کے سارے نظام اور اعضاء کے کاموں کو سمجھاتا ہے، جس کی وجہ سے ڈاکٹر بننے والوں کو پڑھے ہوئے علم پر یقین پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے جب دنیا میں نظر نہیں آتا اور ہمیں اُسے دیکھے بغیر غیب پر ایمان لانا ہے تو کائنات کی مخلوقات میں اس کی صفات پھیلی ہوئی ہیں، ان صفات کو سمجھنے سے ان میں غور و فکر کرنے سے اللہ کی قدرت اور اس کے کام سمجھ میں آتے ہیں اور انسان اللہ کو بغیر دیکھے اپنے ایمان کو مضبوط اور اس میں یقین پیدا کر سکتا ہے، کائنات میں غور و فکر سے اللہ کی

معرفت اور پہچان حاصل ہوگی، اور انسان مخلوقات سے کٹ کر اللہ کی پہچان حاصل کرتا ہے اور اللہ جیسا کسی کو نہیں مانے گا، اللہ سے جُڑے گا، اسی لئے قرآن مجید نے مشرکوں اور عقلمندوں کو معجزے طلب کرنے کے بجائے کائنات میں غور وفکر کرکے توحید کو ماننے اور اس میں یقین پیدا کرنے کی تعلیم دی۔

دنیا میں سب سے بڑا سچا انسان وہی ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو، **إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ.** (فاطر:۲۸) اور انسانوں کو اللہ کی پہچان کروا کر اس کی ہدایت اس کے عدل واحسان اور اس کے علم کو سمجھاتا ہو، اس کی قدرت اس کی تخلیق، اس کی ربوبیت و رحمت سمجھاتا ہو، جب انسان ایسے سچے اور اللہ والے کی صحبت اختیار کرے گا تو وہ اپنے ہر وعظ ونصیحت اور گفتگو میں انسانوں کو اللہ سے جوڑنے اور ان میں اللہ کی محبت پیدا کرنے اور ان کے ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں اللہ کے تذکرے، اللہ کے احسانات وانعامات، اللہ کی قدرت کو مختلف صفات کے ذریعہ بیان کرکے ایمان میں یقین کی کیفیت کو بڑھانے کی محنت کرے گا۔

وہ سب سے پہلے اللہ کے ہونے کا یقین عقلی اعتبار سے سمجھائے گا، پھر اس کے ہر اعتبار سے ایک اور یکتا ہونے کو مختلف صفات کے ذریعہ سمجھائے گا، مثلاً کبھی اللہ کی تخلیق کو مختلف مخلوقات میں سمجھا کر غور وفکر کروائے گا اور سمجھائے گا کہ اللہ کیسے اسباب اور بغیر اسباب کے تخلیق کرتا ہے، وہ اپنی تخلیق میں مجبور ومحتاج نہیں، اس کو تخلیق سکھانے والا کوئی نہیں، وہ پانی، آگ اور روشنی میں کس طرح تصویر بناتا ہے؟ وہ کیسے ماں باپ کے ذریعہ اور بغیر ماں باپ اولاد پیدا کرتا ہے؟ اس جیسا خالق کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔

کبھی وہ اپنے وعظ ونصیحت اور بیان میں کائنات کی مخلوقات میں اللہ کی پرورش و ربوبیت کے نظام وطریقے کو سمجھائے گا کہ وہ کس طرح ہر مخلوق کی ہر عمر میں ہر ضرورت کو ہر موقع و ہر لمحہ پوری کرتا ہے، کس طرح وہ ماں باپ کے ذریعہ یا بغیر ماں باپ کے پالتا ہے؟ انسانوں کے پالنے اور اس کے پالنے میں فرق کیا ہے؟ ربوبیت کسے کہتے ہیں؟ کیا

صرف پالنے کا نام ربوبیت ہے؟ اس جیسی ربوبیت کوئی نہیں کرسکتا، اس کو کسی نے ربوبیت کرنا نہیں سکھایا۔

اسی طرح وہ انسانوں میں یقین کی کیفیت بڑھانے کے لئے اللہ کی ہر مخلوق میں ہدایت کو سمجھائے گا، اس نے انسان اور دوسری مخلوقات کی ہدایت کا طریقۂ کار کیا ہے؟ جاندار اور بے جان کو وہ کیسے ہدایت دیتا ہے؟ دنیا کی تعلیم سے انسان کیوں ہدایت حاصل نہیں کرسکتا ہے؟ اس جیسا ھادی کوئی نہیں، وہ علیم ہے تو اس کے علم میں ماضی حال اور مستقبل کے علم کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ علیم ہونے کے باوجود انسانوں کی زندگی کا ریکارڈ کیوں تیار کروا رہا ہے؟ اس کے علم تقدیر کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس جیسا علیم کوئی نہیں، اس کا علم ہر چیز کو کیسے گھیرا ہوا ہے؟ وہ مصوّر ہے تو اس نے تمام مخلوقات کی صورتوں کو الگ الگ کیوں رکھا ہے؟ اس میں کیا حکمت رکھی؟ انسانوں کی الگ الگ صورت رکھنے میں کیا حکمتیں رکھیں؟ وہ حکیم ہے تو ہر چیز کے اندر اس کی حکمتیں کیا کیا ہیں؟ پانی اور ہوا کی شکل نہ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ وہی اکیلا حکیم ودانا ہے، اس جیسا حکیم کوئی نہیں، اس کے تمام احکام میں حکمتیں کیا کیا ہیں؟

وہ عادل اور مقسط ہے تو دنیا کی ہر چیز میں اس نے کیسے عدل رکھا ہے؟ پیغمبروں نے اس کے عدل کی نقل کس طرح کی؟ بندوں کو جو احکام دئے ان میں اس کا عدل کیسا ہے؟ اور آخرت میں اس کا عدل وانصاف کیسا ہوگا؟ انسانوں کو وحی کے احکام دے کر کس طرح عدل کیا ہے؟ اس جیسا عدل کوئی نہیں کرسکتا ہے، وہ اگر رحم کرنے والا ہے تو اس کی رحمت کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے احسانات وانعامات کیا ہیں؟ اس کی رحمت غضب پر کس طرح چھائی ہوئی ہے؟ اس کی طرح کوئی دوسرا رحم کرنے والا کیوں نہیں؟ اس کی رحمت کو سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ گناہ معاف کرنے والا ہے تو اس نے گناہ معاف کرنے کی کیا شرطیں رکھی ہیں؟ وہ ایمان والوں کے گناہ معاف کرتا ہے، مگر کافر ومشرک کے گناہ کیوں معاف نہیں کرتا؟

وہ سمیع، بصیر، علیم اور خبیر ہے، تو اس کے سننے، دیکھنے، جاننے اور خبر رکھنے کے طریقے کیا ہیں؟ ان صفات کا اثر انسانوں پر کیا ہوتا ہے؟ وہ اگر رزّاق ہے تو اس کی عطاءِ رزق اور

دین کیا ہے؟ رزق کسے کہتے ہیں؟ وہ مختلف مخلوقات کے رزق کا انتظام کیسے کرتا ہے؟ چرند پرند اور درندوں کو کیسے رزق دیتا ہے، وہ اگر قہار اور جبار ہے تو کس طرح گرفت کرتا، پکڑتا اور سزا دیتا ہے؟ اس کی سزاؤں اور عذابات کا کیا نظام ہے؟ وہ جہنمی انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ وہ اگر قوی ہے تو اس کے سامنے انسان، جن فرشتے اور ان کی طاقت وقوت کیسے بیکار ہے؟ وہ اکبر ہے، تو کس طرح اکبر ہے؟ بار بار صفتِ اکبر کا نماز میں اقرار کرنے میں اور اذان کے ذریعہ اللہ اکبر کی آواز سننے میں انسان کو کیا سبق ملتا ہے؟

اس نے آخرت کیوں رکھی؟ اور صرف انسانوں اور جنوں ہی کا حساب کیوں لیا جائے گا؟ انسان دنیا میں رہ کر آخرت کا اندازہ، جنت اور جہنم کا اندازہ کیوں نہیں لگا سکتا؟ کیا دوزخ کے عذابات ڈرانے کے لئے بیان کئے گئے ہیں یا حقیقت ہیں؟ دنیا میں رہ کر جنت و دوزخ کے مثالی نظارے کیسے دیکھیں؟ وہ آخرت قائم کرنے کے لئے دنیا کے اسباب کیوں ختم کردے گا؟ وہ اگر دوبارہ زندہ کرسکتا ہے تو انسان کس طرح عقلی اعتبار سے کونسی مثالوں سے دوبارہ زندہ ہونے کو سمجھ سکتا ہے؟ وہ روح کے ساتھ جسم کے اعضاء کو بھی کیوں دوبارہ پیدا کرے گا؟

اللہ کی صفات حیّ وقیّوم کو کیسے سمجھیں؟ اس کی صفت قادر' کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے کو کیسے سمجھیں؟ وہ پاک ہے تو کن کن چیزوں سے پاک ہے؟ عیب ونقص کسے کہتے ہیں؟ وہ تعریف اور شکر کے لائق کیسے ہے؟ مخلوق کی حمد وثناء کیوں بیان نہیں کی جاسکتی؟

اسی طرح اہل اللہ کی صحبت سے انسان نہ صرف اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے بلکہ وہ اللہ کی صفت ھادی جو فرشتے، کتاب اور پیغمبر کی شکل میں انسانوں کے پاس آئی ہے اُسے بھی شعوری طور پر سمجھنا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ کائنات کا نظام کیوں چلاتا ہے؟ پیغمبر کے پاس ان کو کیوں بھیجتا ہے، ان کے آسمان سے زمین پر آنے کو عقلی اعتبار سے کس طرح سمجھیں؟ انسان کو وحی کی ضرورت کیوں ہے؟ دنیا کی تعلیم اور وحی کی تعلیم سے کونسا علم ملتا ہے؟ وحی کی مثال کو کس طرح سمجھیں؟ وہ ہدایت کس طرح دیتا ہے؟

عقل وحواسِ خمسہ کے مقابلے وحی کا مقام کیا ہے؟ پچھلی کتابوں اور قرآن مجید میں کونسی تعلیم مشترکہ ہے؟ پچھلی قوموں نے اپنے نبیوں کی کتابِ الٰہی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ قرآن مجید کو اللہ کا سچا کلام کیسے سمجھیں؟ پچھلی کتابوں پر ایمان کا طریقہ کیا ہے؟ ان کو منسوخ کیوں کر دیا گیا؟ ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ کس طرح قرآن مجید کے احکام انسانی فطرت کے مطابق ہیں؟ کتابِ الٰہی پر ایمان کس طرح لایا جائے؟ کتابِ الٰہی کی بعض باتوں پر عمل کرنا اور بعض کے خلاف چلنا کیا صحیح ایمان کہلاتا ہے؟

اسی طرح اللہ والا' پیغمبر کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھا کر اپنی صحبت میں رہنے والوں کے ایمان میں یقین پیدا کرے گا' کہ آخر اللہ اور بندے کے درمیان پیغمبر کو کیوں رکھا گیا؟ پیغمبر پر وحی نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ وہ اللہ کی طرف سے دنیا میں کس پوزیشن پر ہوتے ہیں؟ ان کو سچا سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ کتاب الٰہی کو سمجھانے کا کیا طریقے اختیار کرتے تھے؟ پیغمبروں کو غریب و نادار رکھ کر' طاقت واقتدار سے کیوں دور رکھا گیا؟ ان پر ہر زمانے میں غریب و نادار، غلام و نوکر لوگ ہی پہلے ایمان کیوں لائے؟ اس کی حکمت کیا ہے؟ پیغمبر سے محبت کروانے کی حکمت کیا ہے؟ پیغمبر انسان ہی کیوں ہوتے ہیں؟ حضور ﷺ کو اُمّی کیوں رکھا گیا ہے؟ پیغمبر کس طرح اللہ کی صفات کی نقل کرتے ہیں اور پرَتو بنتے ہیں؟ پیغمبر کو معراج میں آسمانوں کی سیر کروا کر کیا تعلیم دی گئی؟ رسول اللہ ﷺ کے بعد امت مسلمہ کو کیا ذمہ داریاں دی گئیں؟ پیغمبر میں اور عام انسانوں میں کیا چیز مشترک اور کیا چیز خاص ہوتی ہے؟ کیا پیغمبر غیب کی باتیں جانتے ہیں؟ پیغمبروں کے ساتھ دوسری قوموں نے کیسا غلو کیا؟ معجزات کیوں دِکھائے گئے؟ کیا قرآن مجید حضور ﷺ کا کلام ہے؟

اسی طرح معرفتِ الٰہی رکھنے والا انسان' کتاب کی معرفت اور پیغمبر کی معرفت کے ساتھ آخرت کی معرفت بھی دیتا ہے، آخرت کی معرفت دینے کے لئے سب سے پہلے فلسفۂ آخرت سمجھاتا ہے، تاکہ انسان عقیدۂ آخرت کی اہمیت اور دنیا کی حقیقت سمجھ سکے، اور یقین میں اضافہ کر سکے، اسلام اور دوسری قوموں کے عقیدۂ آخرت کو بھی سمجھاتا ہے،

پھر ضمیر، نیکی، بدی کے انسانی فطرت میں ہونے اور مکمل جزا اور سزاء کے ملنے، دنیا میں ہر چیز کے جوڑا جوڑا بننے کی وجہ اور دنیا کے کھیل تماشہ نہ ہونے اور دنیا کے انصاف اور آخرت کے انصاف میں فرق، آخرت قائم کرنے کے لئے دنیا کے نظام کو کیوں ختم کر دیا جائے گا؟ سمجھا کر عقیدۂ آخرت کا یقین پیدا کرتا ہے، اس کے علاوہ پچھلی قوموں کے حالات اور بنی اسرائیل کے حالات وواقعات سے عبرت ونصیحت دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ایک چوتھائی قرآن بنی اسرائیل کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، اہل اللہ امت کی سدھار اور بنی اسرائیل کی توحید، رسالت اور آخرت کے تعلق سے ان کی گمراہی کو سمجھا کر ان کی طرح نافرمانی اور بغاوت سے روکنے اور کتابِ الٰہی کے ساتھ ان کے سلوک کو پیش کر کے اپنے صحبت یافتہ لوگوں میں ایمان کی پختگی اور یقین کی بھی محنت کرتے ہیں اور توحید، رسالت اور آخرت کے ماننے میں ان کی گمراہی کو سمجھاتے ہیں تاکہ امت مسلمہ ان کے راستوں پر نہ چلے۔ (ہماری کتاب ''بنی اسرائیل اور ہماری زندگی'' دیکھئے)

یہ تمام باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر سنتے اور سمجھتے، اور جب رسول اللہ ﷺ کی مجالس سے الگ ہوتے تو گھروں میں روحانی کیفیت میں کمی محسوس کر کے اپنے منافق ہوجانے کا تصور کرتے تھے، اللہ رسول ﷺ کی صحبتوں سے ان کو شعوری وحقیقی ایمان ملتا تھا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو کر کامیاب ہونے کا تصور رکھتے تھے، جب بھی ان کو ضرورت محسوس ہوئی مسائل پوچھتے اور ان پر عمل کرتے، قرآن مجید کے 70% حصہ میں ایمان کی تعلیم اور 30% حصہ میں مسائل اور اعمالِ صالحہ کی تعلیم ہے، ہم زیادہ تر مسائل اور عمل ہی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، ایمانیات کی تعلیم صرف سرسری حاصل کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے اندر ایمان میں یقین کی کیفیت بہت کمزور اور نہیں کے برابر ہے، صرف ظاہر میں تبدیلی لا کر اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں، مگر اندرون خالی ہے، قرآن مجید کے بہت سارے احکام پر جان بوجھ کر عمل نہیں کرتے، آخرت کی تیاری سے بہت دور ہیں، اگر آپ کو اصلاح کرنے والوں میں اس طرح سچائی سمجھانے والے ملیں تو ان کی صحبت

کو زندگی بھر نہ چھوڑیں، اور بعض علاقوں اور غیر مسلم بستیوں میں رہتے ہوئے اللہ والے سے دور ہوں تو ہماری کتابیں ان تمام عنوانات پر تعلیم الایمان کے عنوان سے ضرور پڑھئے اور اپنے اندر حقیقی اور شعوری ایمان پیدا کیجئے اور ایمان میں یقین بڑھائیے، ایمان مفصل کے حصے اعمال کے وٹامن ہیں، بغیر وٹامن کے ورزش کرنے سے طاقت نہیں آتی۔

صرف مسائل اور اعمال کی تعلیم دینے سے ایمان میں یقین پیدا نہیں ہوتا، جڑوں پر محنت کرنی ہوگی، عمارت کو مضبوط کرنے کے لئے بنیاد کو مضبوط کرنا ہوگا، پتے، ڈالیوں اور پھل پھول پر محنت کرنے سے جڑوں میں مضبوطی نہیں آتی، ایمانِ مفصل کو مضبوط کرنے سے اسلام کی عمارت مضبوط ہوگی، اللہ کی پہچان کے ساتھ اسلام پر چلئے، بے شعوری والے ایمان کو شعوری ایمان میں تبدیل کیجئے۔ (ہماری کتاب ''ایمان مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے)

موجودہ زمانے میں لوگوں کو کسی ولی کی صحبت ملنے کے بعد وہ زیادہ تر پہلے حصہ ذکر و عبادات ہی کی تلقین کرتے ہیں اور اپنے صحبت یافتہ لوگوں کو صبح و شام تسبیحات، ایک پارہ قرآن مجید کی تلاوت بغیر سمجھے کرنے، یا ہر روز کچھ نفل نمازیں یا شعور حاصل کئے بغیر ذکر اور مراقبہ کرواتے ہیں، یا پھر داڑھی رکھنے، نماز کی پابندی یا سنتوں کی تلقین کرتے ہیں، گناہ کبیرہ چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہیں، بے شک کرنا چاہئے، مگر ایمان کا شعور بھی ساتھ ساتھ دینا چاہئے، ان کی صحبت میں بیٹھنے والے اکثر لوگ صرف عبادات کے پابند رہتے ہیں مگر اخلاقیات، معاملات اور معاشرت میں اسلام کا شعور نہیں رکھتے، ایمان کے بغیر اعمال پیدا نہیں ہوتے۔

صرف مسلم گھر میں پیدائش سے کوئی مسلمان نہیں بنجاتا!

کوئی انسان صرف مسلمان ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہو جانے سے حقیقی مسلمان نہیں بن جاتا، انسان کو باقاعدہ ایمان کی تفصیلی تعلیم حاصل کر کے مسلمان بننا پڑے گا، اگر صحیح اور تفصیلی تعلیم نہ ملے تو وہ حقیقی مسلمان نہیں بن سکتا، شرک، نفاق اور فسق و فجور میں مبتلا

ہو جاتا ہے، حقیقی مسلمان بننے کے لئے اُسے اللہ کی صحیح معرفت پہچان حاصل کرنا ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، اس کے ماں باپ اُس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہر بچہ صحیح فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس کے ماں باپ جو عقیدہ اور جو عمل سکھائیں گے وہ ویسا ہی بنتا ہے، اس لئے مسلمان بنانا اور نہیں بنانا ماں باپ کے ہاتھ میں ہے، اچھی طرح یاد رکھئے کہ جانور سے جانور یعنی بکری سے بکری، گدھے سے گدھا، درخت سے درخت، پرندے سے پرندہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے، انسان سے باشعور مسلمان پیدا نہیں ہوتا، اس کو تعلیم دے کر محنت کر کے مسلمان بنانا پڑتا ہے، جس طرح ڈاکٹر کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ پیدائشی طور پر ڈاکٹر پیدا نہیں ہوتا، اگر تعلیم نہ ملے تو وہ ڈاکٹر کی اولاد ہوتے ہوئے حجام، دھوبی، چور یا ڈاکو بن سکتا ہے، صرف جسم کا نام مسلمان جیسا رکھ لینے اور حکومت کے رجسٹروں میں مسلمانوں کے خانوں میں ہمارا نام مسلم رہنے سے ہم مسلمان نہیں بن جاتے، یا مسلمانوں جیسا حلیہ اور کچھ ظاہری اعمال کر لینے سے ہم مسلمان نہیں بن جاتے بلکہ اللہ کی پہچان حاصل کر کے سمجھ بوجھ کے ساتھ زبان سے یقین کے ساتھ ایمان کا کلمہ پڑھنے، دل سے ایمان کی تصدیق کرنے اور اعمال سے ایمان کے تقاضے پورا کرنے سے مسلمان بن سکتے ہیں۔

ایک بزرگ نے ایک ٹین کے ڈبے پر ماروتی کار لکھا، مریدوں نے کہا کہ حضرت یہ تو صرف ڈبّہ ہے ماروتی کار نہیں، اس میں ماروتی کار کے پُرزے اور مشین ہونا ضروری ہے، تب بزرگ نے کہا تم کیا ہو؟ انہوں نے کہا: ہم مسلمان ہیں، کہا کہ تم میں عقیدہ و اعمال مسلمانوں جیسے نہیں؛ پھر مسلمان کیسے؟ شعوری اور حقیقی ایمان حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اللہ پر ایمان میں یقین پیدا کرنا ہوگا، اور ایمان کا یقین ایمان مفصل کو سمجھنے سے، اس کی سچائی کو ذہن میں بٹھانے سے پیدا ہوگا، اس یقین کے لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہوگا اور اللہ کی معرفت کائنات اور مخلوقات میں غور و فکر کر کے

اللہ کی قدرت کو سمجھنے سے حاصل ہوتی ہے، اللہ کی قدرت اللہ کی صفات کو سمجھنے سے حاصل ہوتی ہے، عقل کا استعمال کرنے سے سمجھ میں آتی ہے، بغیر اللہ کی پہچان کے صرف کلمہ ایمان کے الفاظ زبان سے ادا کر لینے سے ایمان میں یقین نہیں آجاتا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے مسلمان ماں باپ کے پیٹ سے پیدا کر کے اسلام سے قریب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اور قرآن سے قریب کر دیا، وہ چاہتا ہے کہ ہم پیدائشی طور پر صرف جسم کے نام سے مسلمان رہنے کے بجائے پسند اور چاہت سے مسلمان بن کر پختہ ایمان و یقین کے ساتھ اسلام پر زندگی گذاریں، مسلمانوں کی کثیر تعداد اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر ہی احکامِ اسلام کی پابند ہے۔

انسان کے لئے ذرا غور و فکر کرنے اور عقل کا صحیح استعمال کر لینے سے ایمان کا حاصل کرنا بہت آسان ہے، اس لئے کہ دنیا میں اللہ کے ساتھ جتنی چیزوں کو شریک کیا جاتا ہے وہ اتنی بودی، بے جان، کمزور اور بے دلیل و بے حقیقت ہیں جیسے مکڑی کا جالا، انسان تعصب سے دور ہو کر اور باپ دادا کی اندھی تقلید سے ہٹ کر غور کر لے تو مضبوط ایمان لا سکتا ہے، مثلاً:

☆ اگر کوئی اللہ کا انکار کرے تو سب سے پہلے خود اس کو اپنا انکار کرنا پڑے گا، کہ کیا وہ خود بخود بن کر پیدا ہو گیا یا اُسے کسی نے بنایا اور پیدا کیا؟ جبکہ وہ خود جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز نہ بنائے بنتی ہے اور نہ پرورش کے بغیر محفوظ رہتی ہے، پھر وہ خود بخود کیسے وجود میں آگیا؟ اس کو عقل و فہم اور اعضاء کیسے ملے؟ اُسے ماننا پڑے گا کہ خدا کے وجود کی وجہ سے وہ بنا اور پیدا ہوا۔

☆ اگر خدا نظر نہیں آتا تو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ انسان خود بہت ساری چیزیں علامتوں اور نشانیوں سے پہنچانتا اور مانتا ہے، اس لئے کائنات کے اس نظام میں پرورش، تخلیق، حکومت، ہدایت، رحمت، مصوری، موت و حیات کا نظام مسلسل چل رہا ہے، یہ سب نشانیاں اور علامتیں ہیں اللہ کے موجود ہونے اور اُس کو ماننے کی۔

☆ اگر کوئی کائنات کے کئی کئی خدا مان رہا ہے تو وہ خود جانتا ہے کہ دنیا کی کسی حکومت

میں کئی حکومت کرنے والے بادشاہ ہوں تو حکومت کا نظام برباد ہوجاتا ہے، ہر کوئی اپنا حکم چلانے کی کوشش کرتا ہے، ہر کوئی اپنی بڑائی چلانے کی فکر کرتا ہے، گروپ بنا کر ایک دوسرے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح اس کائنات کا نظام کئی خداؤں کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ کائنات ایک منٹ بھی چل نہیں سکتی تھی، انسانوں اور دوسری مخلوقات کی زندگیاں تباہ و برباد ہوجاتی تھیں، اس لئے کہ ہر کوئی اپنی مرضی و منشاء چلانا چاہتا تھا، مخلوقات کس کو پکارتی؟ کس سے مدد مانگتی؟ کس کی عبادت کرتی؟ کس کے حکموں پر چلتی؟ سارا نظام کائنات اکیلے خدا کے ہاتھ میں ہونے ہی کی وجہ سے یہ کائنات اعتدال کے ساتھ چل رہی ہے، اسی اکیلے کا حکم ہر چیز پر چل رہا ہے اور ہر چیز اسی کی فرمانبردار ہے۔

☆ اگر کوئی خدا کی خیالی تصویر بنا رہا ہے تو وہ خود جانتا ہے کہ خدا کسی کو نظر نہیں آتا، اس کو بغیر دیکھے اس کی تصویر بنانا غلط ہوجائے گا، اگر انسان خدا کی اپنے ذہن اور دماغ سے کوئی تصویر بنا رہا ہے تو یہ اس کا صرف گمان اور خیال ہے کہ خدا ایسا ہوسکتا ہے، اس کے پاس کوئی سند اور ثبوت نہیں، وہ خود جانتا ہے کہ کسی بھی چیز کی بغیر دیکھے تصویر بنائی جائے تو وہ غلط ہوتی ہے، اس کے باپ دادا میں سے کسی نے بھی آج تک خدا کو نہیں دیکھا۔

☆ اگر کوئی خدا کو انسان نما خدا مانتا ہے اور انسانی شکل وصورت والا بناتا ہے، تو انسان سر سے لے کر پیر تک مجبور محتاج ہے، گندگی اس سے خارج ہوتی ہے، اس کی آنکھیں بغیر سورج کی روشنی کے کام نہیں کرسکتیں، بغیر ہوا کے وہ اپنی بات دوسروں تک نہیں پہنچا سکتا، ایک ہی وقت میں ہزاروں کام نہیں کرسکتا بلکہ ایک ہی کام کرسکتا ہے، وہ صرف سامنے دیکھ سکتا ہے، ایک ہی وقت میں کئی لوگوں کی بات سن بھی نہیں سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے، بھلا اس کا خدا انسان نما کیسے ہوسکتا ہے؟

☆ جو خدا ہزاروں صفات کا مالک ہو اور ایک ہی لمحہ اور ایک وقت میں اپنی تمام مخلوقات کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو اور ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں اپنی تمام صفات کا اظہار کرنے والا ہو تو بھلا اس کی خیالی تصویر اور فوٹو کیسے اور کس طرح بنائی جاسکتی

ہے؟ اگر بنائی جائے تو غلط ثابت ہوگی، اس لئے کہ وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں زمین، آسمان، ہوا، پانی، درخت جانور، انسان وفرشتے، حیوان وجن ہزاروں مخلوقات کی سنتا، دیکھتا اور ہدایت دیتا ہے، پیدائش اور موت کا حکم دیتا ہے، بھلا اس کی تصویر کیسے بنائیں گے؟ آخر ہم اس کو کتنے ہاتھ، کتنے پیر، کتنے دماغ، کتنی آنکھیں لگائیں گے؟

☆ اگر کوئی خدا کو بیوی بیٹے والا مانتا ہو تو اُسے سب سے پہلے خدا کو مخلوقات میں شامل کرنا ہوگا اور مخلوق ماننا ہوگا، اس لئے کہ وہ خود جانتا اور مانتا ہے کہ مخلوقات کی عمریں محدود ہوتی ہیں، اس کو بیوی بچوں کی ضرورت ہوتی ہے، جس پر موت آتی ہے اس کو بیوی بچوں کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جنس ونسل ختم نہ ہو جائے، اللہ جنس سے پاک ہے، اس کی عمر محدود نہیں ہے، وہ تو ہمیشہ زندہ وقائم ہے اور ہمیشہ زندہ وباقی رہے گا، کائنات کی بقاء کے لئے ایسا ہی خدا چاہئے، وہ مخلوقات کی طرح نہیں، وہ نہ پیدا ہوا اور نہ اس پر موت آتی ہے، جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے، پیدائش اور موت بھی مخلوق ہے۔

اس کو بیٹا بیٹی کی ضرورت ہی نہیں، انسان کی یہ گمراہی ہے کہ وہ اپنے خیال اور گمان سے خدا کو انسان نما بیٹا بنا ڈالا، جبکہ مکڑی سے مچھلی، انسان سے مینڈک، درخت سے گھوڑا، ہاتھی پیدا نہیں ہوتے، بھلا خدا کو انسان نما بیٹا کیسے پیدا ہوگا؟ جبکہ مسیح انسان کی طرح انسان کے پیٹ سے پیدا ہوا، جو انسان نما اعضاء رکھتا ہو، انسان کی طبیعت اور فطرت رکھتا ہو اور انسانی ضرورتیں رکھتا ہو، کھانا کھاتا، پانی پیتا اور سوتا ہو، بھلا وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کوئی بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہو جائے تو وہ خدا کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ انسان خود جانتا ہے کہ دنیا میں نر اور مادہ کے بغیر ترکاریوں، پھلوں، غلوں اور گندگیوں میں کیڑے مکوڑے خدا کی قدرت سے پیدا ہوتے ہی ہیں بغیر مرغ کے مرغی فیڈ کھا کر انڈے نکالتی ہے تو ان سب چیزوں کو بھی خدا بنانا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی کسی قبر کے بزرگ کو مشکل کشا، حاجت روا اور ضرورتوں کا پورا کرنے والا مان رہا ہے تو اُسے سوچنا چاہئے کہ صاحبِ قبر پر خود بیمار ہونا، موت کا آنا، بیوی بچوں کا

چھوٹ جانا، جائیداد سے محروم ہو جانا، خود ایک مصیبت تھی، بھلا وہ دوسروں کی تکالیف اور مصیبتوں کو کیسے دور کر سکتے ہیں؟ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ قبر میں کس حال میں ہیں، ان کے بزرگ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔

اگر ان کی اولاد کو اولاد نہ ہوئی یا اولاد موت کے حوالے ہوگئی یا بیمار ہوگئی تو وہ خود ان کو بچا نہ سکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد حضورؐ کے سامنے انتقال کر گئی، حضورؐ کو جنگ احد میں زخمی کیا گیا، تو کیا صاحبِ قبر حضورؐ سے آگے بڑھ گئے؟ ذرا عقل وفہم کا استعمال کیجئے، انسان اگر کسی بت کو یا جھنڈے کو خدائی صفات والا مان رہا ہے تو ذرا سوچنا چاہئے کہ وہ بت اور جھنڈا خود انسان کے ہاتھوں سے بنایا جاتا ہے، اس میں دیکھنے سننے اور حرکت کرنے کی کوئی طاقت ہی نہیں ہوتی، انسان خود ان کی حفاظت کرتا ہے، وہ ایک مکھی اور مچھر تک بنا نہیں سکتے، مکھی اگر ان کے سامنے رکھی ہوئی مٹھائی پر بیٹھ کر اپنے پیروں کو کچھ ذرات لگا کر اُڑ جائے تو اس مکھی سے وہ ذرات تک نہیں چُھڑا سکتے، انسان مصیبت اور پریشانی میں جب خدا کو پکارتے اور دعاء مانگتے ہیں تو خوشحالی اور تندرستی میں یہ کیسے مدد کر سکتے ہیں؟

☆ اگر کوئی انسان انسان کو خدا یا خدا کا روپ مانتا ہے تو اُسے سوچنا چاہئے کہ اس انسان پر موت کیسے آئی؟ اور وہ بیمار ہو کر مصیبت اور تکالیف میں مبتلا کیسے ہوا؟ کیا خدا اور خدا کے بیٹے پر انسان ظلم کر سکتے ہیں، اُسے مار سکتے ہیں، خدا اگر انسان کا روپ لے کر آئے تو کیا صرف ایک ملک یا ایک ہی قوم میں آئے گا؟ جبکہ ساری دنیا اس کی ہے، دنیا کے ہر ملک اور ہر قطعہ اور ہر قوم میں اُسے جانا پڑے گا، جبکہ پوری دنیا کئی قوموں اور کئی ملکوں سے آباد ہے، اگر ایسا ہوا تو ہر ملک اور ہر قوم کے اوتار کو خدا ماننا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی برائیوں میں مبتلا رہ کر بزرگوں سے شفاعت کا عقیدہ رکھتا ہے اور گناہ کر کے واسطہ اور وسیلہ سے خدا کے پاس جانے کا تصور رکھتا ہے تو وہ اللہ کے دربار کو بھی دنیا کے انسانی بادشاہوں کے دربار کی طرح سمجھ رہا ہے، جس طرح دنیا کے بادشاہ اپنے وزیروں کو خوش رکھنے کے لئے ان کے اثر ورسوخ سے متاثر ہو کر یا رشوت اور سفارش سے ملزموں کو

بغیر سزاء کے چھوڑ دیتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ دنیا کے بادشاہوں اور خدا میں کوئی مشابہت نہیں، دنیا کے بادشاہوں کا علم محدود ہوتا ہے، وہ خود اپنے محل کے دوسرے کمروں میں ہونے والی بغاوت کو تک نہیں جان سکتے، ان کے دلوں کا حال تک نہیں جانتے، اس کے وزیر کتنی رشوت لے کر سفارش کر رہے ہیں، کتنا جھوٹ بول رہے ہیں دلوں کا حال تک نہیں جانتے، اگر کوئی اللہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خداؤں اور دیوی دیوتاؤں کا تصور رکھے تو گویا وہ اللہ کو مجبور اور محتاج مان رہا ہے، اس کے علم، قدرت اور طاقت کو ناقص مان رہا ہے۔

☆ اگر کوئی انسان سورج، زمین، ابر، پانی اور درخت کو خدائی قدرت والا سمجھ رہا ہے تو وہ جانتا ہے کہ ان تمام چیزوں میں عروج وزوال آتا ہے، تغیرات آتے ہیں، زمین' پانی کی محتاج ہے، گرما میں مردہ ہوجاتی ہے، درخت' ہوا، پانی اور روشنی کے محتاج ہیں، ابر' ہوا کا محتاج ہے، سورج ہر روز طلوع ہوکر غروب ہوجاتا ہے، جانور' پیدائش، موت، ہوا، پانی اور غذاء کے محتاج ہیں، بھلا وہ خدائی قدرت کیسے رکھتے جس میں تغیرات آتے ہیں' جو عروج و زوال سے گذرتا ہے، وہ خدا نہیں ہوتا۔

☆ انسانوں کی یہ کم عقلی اور بدعقلی ہے کہ وہ جس چیز میں بھی چمتکار نظر آئے اُسے وہ خدائی صفات والا یا خدائی میں شریک کرلیتا ہے، چنانچہ انسانوں نے پیغمبروں اور ولیوں سے ظاہر ہونے والے معجزات اور کرامتوں کو ان کا ذاتی کمال اور مظاہرہ سمجھا اور پھر ان کو خدائی قدرت میں شریک کردیا یا خدا جانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے متاثر ہوکر ان کو خدا بنالیا گیا، ولیوں اور بزرگوں کو بیٹا دینے صحت وتندرستی دینے نفع ونقصان دینے، منتیں مرادیں پوری کرنے والا سمجھ کر حاضر وناظر سمجھا اور ان سے دعائیں مانگنے لگے، ان کے ساتھ وہ سارے اعمال کرنے لگے جو اللہ کے عبادت کے طریقے ہیں اور شرک میں مبتلا ہوگئے۔

ایمان نام ہے اچھی اور بری چیز کو بغیر دیکھے یقین کرنے کا، شرعی اصطلاح میں ایمان نام ہے، پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے ذات وصفات اور حقوق و اختیارات میں ایک اور اکیلا ماننا، اکثر مسلمان ذات میں تو شرک نہیں کرتے مگر صفات و

حقوق اور اختیارات میں شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اللہ جیسی صفات کسی میں نہیں، اس کے حقوق مخلوق کو نہیں دے سکتے، عبادات کے جتنے اقسام ہیں سب اسی کے لئے ہیں، مخلوق کے ساتھ ادا کرنا شرک ہے۔

اس نے فرشتوں کو نورانی مخلوق بنایا اور اپنے اور انسانوں کے درمیان فرشتوں کو واسطہ بنایا، وہ فرشتوں کا بھی محتاج نہیں، مگر اپنی شہنشاہی و کبریائی کے مرتبہ کے لحاظ سے وہ انسانوں کے پاس آ کر ہدایت نہیں دیتا، فرشتوں کے ذریعہ وحی بھیجتا ہے، اس لئے فرشتوں پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے، ورنہ وحی پر ایمان مشکوک ہو جاتا ہے، فرشتے نورانی مخلوق ہونے کی وجہ سے منٹوں اور سکنڈوں میں آسمان سے زمین پر آ جاتے ہیں۔

اس نے سورج کو روشن چراغ بنایا، سورج کی روشنی خلاء سے ایک سکنڈ میں تین لاکھ کیلومیٹر آ سکتی ہے، اگر انسان اسی رفتار سے دنیا کے اطراف چکر لگانا چاہے تو وہ ایک سکنڈ میں 7.5 ساڑھے سات چکر لگا سکتا ہے، جب سورج کی روشنی اتنی تیزی سے زمین پر آ سکتی ہے تو فرشتے کا آنے جانے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اللہ نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے زندگی کے ضابطے اور قانون قرآن مجید کو نازل کیا، اس پر کامل یقین رکھنا ایمان ہے، آج تقریباً پندرہ سو سال سے انسان کفر اور شرک کی گندگیوں سے نکل کر اس کتاب پر ایمان لا کر اور اس کتاب کے مطابق عمل کر کے دنیا کے بہترین انسان بن چکے ہیں اور یہ کتاب انسانوں کی زندگی کو اندھیرے سے اُجالے میں لاتی ہے، اس کتاب کے اثرات یہ ہیں کہ جو اس کے خلاف چلا وہ ذلت و گمراہی اور ناپاکی و ناکامی میں مبتلا ہوا، انسان کی کامیابی و ناکامی کا انحصار اسی کتاب پر ہے، یہ کتاب اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، وہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں، ان کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ وہ کسی انسان سے تربیت حاصل نہیں کئے، اللہ نے ان کی تربیت فرمائی، کیا ایک دنیا کا بے پڑھا لکھا انسان قیامت تک آنے والے انسانوں کو معاشرت، اخلاق، معاملات، عقائد و عبادات والے فطری اعمال کی تعلیم دے سکتا ہے؟ یہ

خود ہمارے پیغمبر کی سچائی کی دلیل ہے، مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ ہو کر اپنی زندگی کے ہر عمل کا حساب دینا ہے، اس لئے کہ اللہ نے اُس کو آزادی و اختیار دے کر دنیا میں رکھا ہے، اس پر ایمان رکھنے سے دنیا کی زندگی درست ہو سکتی ہے، آج جو لوگ عقیدۂ آخرت میں کمزور ہیں یا انکار کرتے ہیں وہ دنیا میں ناکام زندگی گذارتے ہیں۔

ایمانیات کی تفصیل جاننے اور سمجھنے کے لئے ہماری کتاب ''ایمان مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' ضرور پڑھئے۔

ایمان قبول کرنے کے بعد ایمان کے تقاضے پورا کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. اور اسلام (اعمالِ صالحہ) پر زندگی گذاریں۔

حقیقی اور شعوری ایمان انسان کے اعمال صالحہ کے لئے ایک مضبوط بنیاد بنا رہتا ہے، جس پر اسلام کی عمارت بنتی ہے، اور جہاں حقیقی ایمان نہ ہو وہاں انسان برے اعمال کا شکار ہوتا رہتا ہے، صالحات کا لفظ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے، اور تمام نیکیاں اور تمام اچھے اعمال اس وقت تک اعمالِ صالحہ نہیں بن سکتے جب تک کہ وہ ایمان کی جڑوں سے جُڑے ہوئے نہ ہوں، ہر وہ اچھا عمل مردود ہے جو بغیر ایمان کے کیا جائے، اللہ کے پاس قبول نہیں ہوگا، اسی لئے قرآن میں ہر جگہ ایمان کے بعد اعمالِ صالحہ کا ذکر ہے، انسان کا عمل ہی انسان کے ایمان کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے' کہ یہ کتنے ایمان والا ہے یا ایمان سے خالی ہے، ایمان اعمالِ صالحہ کا کرنٹ' قوت اور روح ہے جس کا انسان اپنے اعمالِ صالحہ سے ثبوت دیتا ہے۔

ایمان قبول کرنے کے بعد ایمان کے تقاضے پورا کرنے ہی سے ایمان زندہ و سلامت اور باقی رہتا ہے، اعمال ایمان کا عکس اور سایہ ہیں، اعمال ایمان کا پروڈکشن ہیں، اعمالِ صالحہ ایمان کی روشنی اور نور ہیں، اعمال سے ہی انسان کے ایمان کا اندازہ اور پہچان ہوتی ہے، برف اگر برف ہو تو اس میں ٹھنڈک ہونا ضروری ہے ورنہ وہ برف برف نہیں

تصویر ہے، آگ اگر آگ ہے تو اس میں گرمی اور تیزی ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ آگ' آگ نہیں تصویر ہے، موجودہ زمانہ میں انسانوں کو (اسلام) اعمال صالحہ سے دور کرنے کے لئے اس بات کا احساس دلا دیا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو، بس زبان سے کلمہ ادا کرلو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ محبت کا دم بھرلو نجات ہو جائے گی، تم جہنم میں نہیں جاؤ گے، اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں، اس کی وجہ سے مسلمانوں کی کثیر تعداد اللہ کی اطاعت سے دور ہوگئی، جبکہ اللہ نے قرآن پاک میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے، مگر اس کے باوجود ایمان کا دعویٰ کرنے والے مسلمان زبانی ورسمی ایمان کے الفاظ ادا کر کے اعمال صالحہ کے بجائے اخلاقِ رذیلہ میں جسارت کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، اللہ سے نڈر ہو چکے ہیں۔

انسان میں اعمال صالحہ پیدا کرنے کے لئے ایمان بالآخرۃ پر مضبوط و پختہ ایمان ہونا ضروری ہے، آخرت پر ایمان ہی اللہ کی اطاعت و بندگی کرواتا ہے، انسانی زندگی کی مشین صحیح طریقہ اعمالِ صالحہ پر چلنے کے لئے آخرت پر طاقتور ایمان ہونا لازمی ہے، آخرت پر ایمان کمزور ہو تو انسان کبھی گناہ کرتا ہے اور کبھی نیکی کرتا ہے، ہر برائی کو ختم کرنے کی کنجی ایمان ہے، اور ایمان میں اصل روح آخرت کے عقیدہ سے پیدا ہوتی ہے، دنیا کی زندگی کی سدھار آخرت پر یقین پیدا ہونے سے ہوتی ہے، دنیا کی ہر برائی اور گناہ کی جڑ کاٹنے کے لئے آخرت کا یقین ہونا ضروری ہے، آخرت کا یقین ہی انسان کو مرنے کے بعد جوابدہی کا احساس پیدا کرتا ہے کہ مجھے ایک دن یہ دنیا چھوڑنا ہے، اللہ کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے، اگر انسان میں دوبارہ زندہ ہو کر جوابدہی کا احساس ہی ختم ہو جائے تو وہ اللہ کی ہر قدم پر نافرمانی سے نہیں ڈرتا۔

آج وہ لوگ اللہ کو تو مانتے ہیں مگر آخرت کا صحیح احساس نہیں رکھتے اور اس پر یقین نہیں رکھتے ان کی زندگیاں کثرت سے گناہوں میں لت پت ہیں، وہ ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر آخرت کی تیاری اور اعمالِ صالحہ سے دور ہیں، وہ رات دن کتابِ الٰہی کے

خلاف چلتے ہیں، اس لئے قرآن نے ایمان باللہ کے ساتھ سختی سے آخرت پر ایمان لانے اور یقین پیدا کرنے کی تاکید کی ہے، اگر اسلامی عقیدہ ایمان میں عقیدۂ آخرت نہ ہوتا تو ایمان کا عقیدہ بے جان ہو جاتا، انسان اللہ کو مانتے ہوئے اطاعت نہ کرتا۔

اعمال صالحہ ایمان کی ورزش اور اس کا اظہار ہے

ایمان دراصل اعمال کی طاقت اور انرجی ہے، اسی سے اعمال صالحہ نکلتے ہیں، اعمال' ایمان کی ورزش اور ایکس سائز ہیں، اعمال صالحہ کے بغیر دنیا کی زندگی گندی اور ناپاک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مفہوم): انسان کے تین دوست ہوتے ہیں، ایک انسان کے موت پر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، وہ اس کا مال و دولت، اقتدار و کرسی اور جائیداد ہے (کہ وہ اس کا مالک نہیں رہتا)، دوسرا دوست اس کی قبر تک ساتھ آتا ہے، اس کے دوست احباب اور رشتہ دار، وہ قبر کا دروازہ بند کر کے واپس چلے جاتے ہیں، تیسرا دوست اس کے اعمال ہیں جو حشر کے میدان تک اس کے ساتھ رہتے ہیں، لہٰذا تم تیسرے دوست سے قریب رہو، اسی سے زیادہ دوستی کرو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

انسان مرنے سے پہلے ملنے والی مہلت' عمر سے فائدہ اٹھا کر اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو آخرت کی کرنسی میں بدل سکتا ہے، گویا اعمال صالحہ آئندہ زندگی میں کام آنے والی کرنسی ہے، اگر انسان اعمال صالحہ سے دور رہے اور اللہ کی بغاوت و نافرمانی میں زندگی گذارے تو یہ دنیا کی زندگی سے نقصان اور خسارے کے ساتھ آخرت میں جائے گا اور مرنے کے بعد اعمال رذیلہ کی شکل میں جہنم کی شکل برداشت کرنا پڑے گا۔

ایمان سکھائے بغیر اعمال پر محنت زیادہ کی جاتی ہے

موجودہ زمانہ میں ایمان سکھانے پر لوگوں کی توجہ نہیں، وہ ایمان سکھائے بغیر اعمال کی تعلیم دیتے ہیں، چنانچہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نمازِ جنازہ یاد نہیں، مسلمانوں کو

التحیات یاد نہیں، مسلمانوں کو غسل اور وضو کا طریقہ نہیں معلوم، حضور اکرم ﷺ کی ازواجؓ و صاحبزادیوںؓ کے نام نہیں معلوم، حالانکہ بہت سے مسلمان ایمان ہی کی حقیقت سے واقف نہیں، انہیں اللہ کی پہچان ہی نہیں، شرک کسے کہتے ہیں نہیں معلوم، صحابہؓ کا قول ہے: ''ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا'' بے شک اعمال کی تعلیم بھی ضروری ہے، مگر ہمیں سمجھنا ہوگا کہ اول درجہ اور دوم درجہ کی تعلیم کون کونسی ہے، اگر ایمان صحابہؓ جیسا نہ ہوگا، اس میں خرابی اور شرک ہوگا تو کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں ہوگا، اس لئے ایمان پر زیادہ توجہ دے کر اعمال صالحہ بھی سکھائے جائیں، ایمان سکھائے بغیر اعمال سکھانا انسان کو کمزور مسلمان بنا دیتا ہے، وہ صرف ظاہری اعتبار سے اسلام کی پابندی کرتا ہے، اس کو توحید اور شرک کا فرق ہی نہیں معلوم ہوتا، وہ بے شعور مسلمان بنا رہتا ہے۔

تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ......حق کی وصیت ونصیحت کرنا

اللہ نے انسان کی یہ فطرت بھی بنائی ہے کہ وہ جس چیز کو دل کے یقین کے ساتھ حق جانتا اور مانتا ہے تو اس کا تمام انسانوں کے سامنے چرچہ اور اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کی رفتار اور گفتار میں اسی چیز کا اظہار بار بار ہوتا رہتا ہے، مثلاً کسی انسان کے پاس کوئی ایسا آلہ اور مشین ہو جس سے وہ زلزلہ آنے یا سونامی آنے کا وقت جان لیتا ہے، تو اُسے معلوم ہوتے ہی وہ جس بلڈنگ میں رہتا ہے، وہاں کے سارے لوگوں کو زلزلے اور سونامی سے بچنے کی فوراً اطلاع دیتا ہے، وہ کبھی ایسا نہیں کرتا کہ صرف اپنے رشتہ داروں کو بچانے کے لئے انہی کو اطلاع دیتا ہو یا اس آفت کے معلوم ہونے کے بعد خود اکیلا وہاں سے چلا جاتا ہو، بلکہ وہ سارے لوگوں کو بچنے کی اطلاع دیتا ہے۔

بالکل اسی طرح جب مؤمن بندہ اللہ کو پہچان لیتا ہے اور مان لیتا ہے اور آخرت کی جزاء وسزاء سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ ساری انسانیت کو بربادی اور گھاٹے ونقصان سے بچانے کی فکر اور تڑپ میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ آخرت کی کامیابی اور ناکامی کو جان کر اپنے

اور غیر کی بربادی پر تماشائی بنا نہیں رہتا اور نہ ان سے بے فکر بنا رہتا ہے۔

حقیقی اور شعوری ایمان والے کو سارے انسانوں کی بربادی اور نقصان' بے چین و بے قرار کر دیتی ہے، وہ رات دن ان کی کامیابی کی فکر کرتا ہے اور حق کو سمجھانے کے طریقے اختیار کرتا ہے، اس کے برعکس ایمان و اسلام اگر کسی انسان کے دل میں نہ اترے اور زبان کی نوک پر ہی رہے تو وہ اپنے معاشرے میں ایک بے حس پتھر دل انسان کی طرح انفرادی اور خود غرضی کی زندگی گذارتا ہے، وہ اپنے اطراف انسانوں کی گمراہی کے اندھیروں کو دیکھ کر اور ان کے گناہوں کی گندگیوں کو دیکھ کر نہ ہاتھ سے روکتا اور نہ زبان سے بُرا کہتا ہے، صرف دل سے بُرا جان کر ان کے درمیان رہتا ہے، وہ منجمد پتھر کی مانند اپنے اطراف گندگیوں کو دیکھتا رہتا ہے، اور اس سے گھبراتا تک نہیں، وہ اپنے اطراف میں حق کی وصیت کرنے نہ قول سے اظہار کرتا ہے نہ عمل سے حق کا مظاہرہ کرتا ہے۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی بڑی تعداد خالص ایمان سے دور ہے، وہ شرک اور توحید کا ملا ہوا عقیدہ رکھتی ہے، اور قرآن پڑھتے ہوئے قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے بھی شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہے، ان کا ایمان صحابہؓ جیسا نہیں، صحابہؓ کے زمانے میں مسلمانوں میں قبر پرستی، جھنڈا پرستی، علم پرستی، ولی و بزرگ پرستی، بدعات و خرافات نہیں تھیں، نیکی میں سب سے بڑی نیکی توحید ہے اور گناہ میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے، اس لئے موجودہ حالات کے تحت مسلمانوں کو بھی تواصی بالحق کے ساتھ ساتھ صحیح ایمان اور صحیح اعمال دونوں کی وصیت و نصیحت کرنا ضروری ہے، اور ان کو قرآن کے ذریعہ حقیقی ایمان کی تعلیم دی جائے، ورنہ وہ شرک کے ساتھ اس دنیا سے چلے جائیں گے اس لئے اس زمانے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کو ایمان اور یقین کی بھی دعوت دینا ضروری ہے۔

جس انسان کے دل میں ایمان و اسلام داخل ہو جاتا ہے تو وہ تواصی بالحق کے لئے دنیا کے سارے انسانوں کو گھاٹے اور نقصان سے بچانے کی رات دن فکر، منصوبے، پروگرام بناتا ہے اور اس کی نظر میں تمام انبیاء علیہم السلام کی انسانوں کے بارے میں

تڑپ وفکر گھومتی رہتی ہے، وہ جانتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اسی حق کی دعوت کو نو سو سال تک کتنی تکالیف اور مخالفت برداشت کر کے پہنچائی اور پھر اللہ سے دعاء کی کہ اے اللہ! میں نے حق کی وصیت قوم کو فرداً فرداً بھی کی اور عام مجمع میں بھی دعوت دی، تنہائی میں بھی سمجھایا اور علی الاعلان بھی سمجھایا، رات کی تاریکیوں میں بھی پیغام پہنچایا اور دن کے اجالے میں بھی حق کی دعوت دی۔

ایمان و اسلام پر پختگی سے جمے ہوئے انسان کی نگاہ تمام پیغمبروں کے ساتھ ساتھ اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر خاص طور سے ہوتی ہے کہ اس کے آقاؐ نے کس کس طرح کتنی تکالیف جھیل کر تواصی بالحق کو ادا کیا ہے؟ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تفریق اپنے اور غیر کو حق کی وصیت کی، صفا پہاڑی پر سب کو جمع کر کے حق کی دعوت دی، انفرادی ملاقاتوں میں، مکہ کی گلیوں میں، حج کے قافلوں، تجارتی قافلوں اور مکہ کی وادیوں میں گھوم گھوم کر اور طائف میں جا کر اپنا وقت، جان اور مال سب کچھ لگا دیا۔

مدینہ جانے کے بعد منافقوں کے سدھار کے انتظار میں حق کے پیغام کو بند نہیں کیا اور دنیا کے بادشاہوں کو مدینہ میں بیٹھ کر حق کی دعوت دی، اور جب مشرکینِ مکہ نے حق کو مٹانے کے لئے مسلمانوں سے قتال کیا تو اس وقت حق کی حفاظت میں نرمی نہیں کی بلکہ انہیں ظلم سے روکا، مؤمن یہ بھی جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف بنی اسرائیل کی سدھار کی ہی فکر نہیں کی اور نہ بنی اسرائیل کے سدھار کے انتظار میں فرعون اور اس کی قبطی قوم کو بھول گئے بلکہ بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ فرعون اور اس کی قوم کو بھی حق سمجھایا، نہ ماننے کی صورت میں مصر سے ہجرت فرمائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کرتے ہی اسی دن سے کاروبار اور اہل وعیال رکھتے ہوئے تواصی بالحق کا فریضہ انجام دیا، ایمان والوں کو سورۂ عصر میں ایمان و اسلام کو مان لینے کے بعد خاص طور پر حق کی وصیت کرنے کی تعلیم دی گئی، جو عین

انسان کی فطرت کے مطابق ہے، اس لئے کہ انسان عقیدۂ ایمان کو جب حق مان لے گا تو فطرتاً وہ اس کا داعی بن کر جان، مال اور وقت کے ساتھ دنیا کے تمام انسانوں کو بھی گھاٹے اور خسارے سے بچانے کی فکر میں پوری قوت سے لگ جائے گا۔

مؤمن اس سچائی اور حق پر نہ صرف خود چلتا ہے اور نہ اُسے دل میں چھپا کر رکھتا ہے بلکہ انسانوں کے اس سچائی کے خلاف چلنے پر دل میں دکھ برداشت کرتا ہے، ان کی سدھار کے لئے جان و مال اور وقت قربان کرنا چاہتا ہے، اور رات دن ان کو کامیاب کرانے کی دعائیں کرتا رہتا ہے، اس کے نزدیک اس کام کے لئے اپنے اور غیر کی تفریق نہیں ہوتی، اس کو اس مثال سے یوں سمجھئے:

اگر کچھ لوگوں کو حکومت کی طرف سے ہزاروں انسان کو اندھیرے راستے میں موجود آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے رکھا گیا، اور انسانوں کی بڑی تعداد اس اندھیرے راستے پر مزے اور لذتیں دیکھ کر اندھادھند گڑھے کی طرف آ رہی ہو، تو کیا ذمہ دار لوگ ان گمراہ انسانوں کے مجمع میں سے صرف اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو الگ کر لیں گے؟ انہی کو بچانے کی فکر میں دوڑیں گے؟ اور باقی دوسرے غیر رشتہ دار اور غیر انسانوں سے بے فکر ہو جائیں گے؟ کیا ان کے پاگل پن سے گھبرائیں گے اور ڈریں گے؟ نہیں! بلکہ حکومت کی طرف سے ذمہ دار بنائے جانے کے احساس سے تمام لوگوں کو گڑھے میں گرنے سے بچانے کی پوری فکر، محنت اور کوشش کریں گے، ان کے نزدیک اس وقت اپنے اور غیر کی تفریق نہیں ہوگی۔

یہی انسان کی فطرت بھی ہے، اور انسانوں کو اللہ نے ان کی عین فطرت ہی کے مطابق تواصی بالحق کا حکم دیا ہے، چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور رسول اکرمؐ پر نبوت ختم ہو چکی، اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، ساری دنیا کے انسانوں کو جہنم کے گڑھے سے بچانے کی فکر امت مسلمہ پر ڈالی گئی ہے، اس لئے وہ تواصی بالحق صرف اپنوں ہی میں نہیں دنیا کے سارے انسانوں میں قول و عمل دونوں

کے ذریعہ کرنے کی منصوبہ بند انداز میں کوشش اور محنت کریں گے، اس کے لئے انہیں قلم سے بھی دعوت کا کام کرنا ہوگا، تقریر اور وعظ ونصیحت سے بھی تواصی بالحق کرنا ہوگا، عمل سے بھی تواصی بالحق کرنا ہوگا، جان، مال اور وقت سے بھی تواصی بالحق کرنا ہوگا، غرض رات، دن تمام انسانوں میں معروف ومنکر کی محنت کرنی ہوگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ بن کر زندگی گذارنا ہوگا، افراط وتفریط سے بچ کر اپنوں اور غیروں دونوں کے سدھا کی فکر کرنی ہوگی۔

تَوَاصَوْ بِالصَّبْرِ (صبر اختیار کرنا، اس کی نصیحت کرنا)

ایمان والوں کو کامیاب زندگی گذارنے کے لئے صبر اختیار کرنا ہوگا، ایمان واسلام اختیار کرنے کے بعد نیکیوں پر جمنے اور گناہوں سے بچنے اور تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے صبر اختیار کرنا ضروری ہے، زندگی کے ہر شعبے میں ایمان واسلام پر جمے رہنے کے لئے صبر بہت بڑی طاقت اور ہتھیار ہے، حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ایمان والوں کو دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ڈاکٹر اور استاذ بنا کر رکھا گیا۔

اگر کچھ لوگوں کو حکومت کی طرف سے کسی دواخانے میں ڈاکٹر مقرر کیا جائے اور انہیں دوائیں، روپیہ پیسہ اور پھل پھلاری بھی دی جائے، تاکہ وہ مریضوں پر خرچ کریں، اب ڈاکٹر علاج کرنے اور مریضوں کے ساتھ قوتِ برداشت کے ساتھ رہنے کے بجائے پورا پیسہ ناچ گانے بجانے میں خرچ کردے اور گناہ میں ملوث ہوکر شراب وزنا شروع کردیں اور مریضوں کے غصے، تیز مزاجی، پاگل پن، گالی گلوج یا ڈاکٹر پر پیشاب کرنے اور بدسلوکی پر کیا وہ لوگ ڈاکٹر ہونے کے ناطے مریض سے گریبان پکڑ کر لڑنے بیٹھ جائیں گے؟ کیا ان کی پٹائی کا منصوبہ بنائیں گے؟ یا ان کو زہر کا انجکشن دیں گے؟......نہیں! بلکہ عقلمند اور سمجھ دار ڈاکٹر حکومت کی طرف سے جو امداد ملی ہے اس کا خود استعمال نہ کرکے مریضوں پر خرچ کریں گے اور ان کی زیادتیوں کو برداشت کریں گے، ان کے ساتھ صبر و

تحمل سے پیش آئیں گے اور محبت کے ساتھ ان کا علاج کر کے ان کو صحتمند بنانے کی فکر' کوشش اور محنت کریں گے،اور خود کو پاگل مریض جیسی حرکتوں سے دور رکھیں گے۔

دنیا کے کسی دواخانے میں ہم نے کسی بھی ڈاکٹر کو مریض سے لڑتا ہوا' غصہ کرتا ہوا یا نفرت کرتا ہوانہیں دیکھا،مگر ہماری حالت بھی عجیب ہے،ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کی حیثیت سے روحانی ڈاکٹر بنا کر دنیا میں رکھے گئے ہیں اور دنیا کے تمام انسان اپنے یا غیر' ہمارے لئے مریض کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ مریض ہمارے لئے جنت حاصل کرنے اور جنت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں، افسوس! ہم دنیا کے اس دواخانے میں نہ اپنوں (خصوصاً اولاد) کی اور غیروں کی فکر کرتے ہیں، الٹا اپنوں کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں، محبت کے نام پر اولاد کے ساتھ دشمنی کررہے ہیں،اور علاج کئے بغیر غیروں سے الجھے ہوئے ہیں،ان پر محنت کئے بغیر ان سے دشمنی کررہے ہیں،ان کے شیطانی کاموں پر چیخ وپکار کررہے ہیں،ان کو شیطان کی گود سے اتارنے کی محنت ہی نہیں کررہے ہیں۔

اچھا تاجر ہمیشہ اپنا مال فروخت کرنے کی فکر میں رہتا ہے،کوئی تاجر کسی گاہک سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتا، اگر کوئی تاجر گاہک سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ بیوقوف ہے' وہ اپنا نقصان کرنے والا ہے،کوئی تاجر گاہک سے جھگڑا کرتا ہے تو وہ اپنی ہی تجارت کا نقصان کرتا ہے، ذرا سوچئے کہ دنیا کی تجارت میں تو ہم گاہک کو برداشت کرتے ہیں،مگر آخرت کی روحانی تجارت میں ہم اپنے گاہک سے لڑتے جھگڑتے ہیں،اسی کی طرح پاگل پن و بددماغی اور جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں، دنیا میں کسی بھی ڈاکٹر کو اپنے مریض سے نفرت نہیں ہوتی' اور کوئی ڈاکٹر اپنی اولاد کو اپنی پرورش میں رکھ کر نقصان دہ تعلیم و تربیت نہیں دلاتا، ڈاکٹر کو اگر مریض اور مرض دونوں سے نفرت ہوجائے تو پھر وہ ناکام اور بیوقوف ڈاکٹر ہوگا،اس کا ڈاکٹر ہونا کوئی فائدہ مند نہ ہوگا بلکہ نقصان پہنچانے والا ہوگا۔

اسی طرح ہم دین کے تاجر ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم پر ذمہ داری رکھی گئی ہے کہ ہم دوسروں تک ان کی زیادتیوں کو برداشت کر کے صبر اختیار کر کے دین کا مال

پہنچائیں، اگر ہم اپنی اولاد کے لئے استاذ مقرر کریں اور وہ بغیر پڑھائے بچوں کو مار پیٹ کرے تو ہم خود اس استاذ کو برداشت نہیں کرتے، غصہ ہو کر ٹیوشن برخواست کر دیتے ہیں، استاذ کو ظالم اور بیوقوف کہتے ہیں، ہم لوگوں کو حق کی وصیت اور نصیحت کئے بغیر جاہلانہ چیخ و پکار اور مار پیٹ کا ذہن رکھتے ہیں، ہم سب سے اچھی اور اعلیٰ امت ہوتے ہوئے سب سے خراب کام کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمیں تو سب سے اعلیٰ اخلاق و اوصافِ حمیدہ کا حامل ہونا چاہئے اپنے جسم سے رسول اللہ ﷺ کی روشنی کو ظاہر کرنا چاہئے، اس لئے کہ دنیا کی تمام قومیں حق کو سمجھنے، قرآن پڑھنے سے پہلے ہمیں دیکھیں گی، ہماری زندگی پر غور کریں گی۔

افسوس! نہ ہمیں اپنوں کے سدھار کی فکر ہے اور نہ ہی غیروں کے سدھار کی فکر، اس وقت ہم پوری طرح بنی اسرائیل کی نقل کر رہے ہیں، کتاب الٰہی پر نہ خود عمل کر رہے ہیں اور نہ دوسری قوموں کو حق کی نصیحت و وصیت کرنا چاہتے ہیں اور نہ کوشش کر رہے ہیں' بلکہ حق کی وصیت کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں، حق کی نصیحت و وصیت میں نہ اپنوں کے ساتھ صبر ہے اور نہ غیروں کے ساتھ۔

ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں صبر اختیار کرنا ہوگا، دنیا کے تمام انسانوں کے خیر خواہ بننا ہوگا، تب ہی آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں، ورنہ دوسرے انسان کی بربادی کے یہ مسلمان بھی ذمہ دار ہو سکتے ہیں اور ان کو بھی مجرم ٹھہرایا جا سکتا ہے، اپنا ذاتی مال فروخت کرنے میں برداشت اور صبر ہوتا ہے، مگر دین سمجھانے اور لوگوں کو صحیح راستہ بتلانے میں صبر کیوں نہیں؟ اس سورۃ میں خطاب مسلمان اور غیر مسلم دونوں طبقوں سے ہے، غیر مسلموں کو ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی تعلیم ہے، اور ایمان قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کو حق کی وصیت اور صبر کرنے کی تلقین ہے، یہ انسان کی کم سے کم کامیابی کی حد ہے، اس میں کوئی ایک چیز بھی کم ہو جائے تو اس کے گھاٹے اور خسارے کا اندیشہ ہے، اس لئے صحابہ کرامؓ آپس میں ملاقات کرتے تو کم از کم اس سورۃ کی تلاوت کر کے وصیت و نصیحت کرتے تھے۔

ایمان کے قدردانوں ہی کا ایمان زندہ اور باقی رہتا ہے

☆ اللہ تعالیٰ اگر ایک انسان کو ایمان والوں کے گھر میں ایمان کے ماحول میں پیدا کرتا ہے تو اُسے اپنی وراثت میں ملنے والے ایمان کی قدر کرنی چاہئے، اور ایمان کی دولت کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت سمجھنا چاہئے، جس طرح انسان اپنی دولت' سونا چاندی کے چوری ہونے سے ڈرتا ہے اور اس کی دن رات حفاظت کرتا ہے' اس سے کروڑہا درجے اپنے ایمان کی ہر آن اور ہر وقت حفاظت کرنے کی فکر کرے، روپیہ پیسہ کے ڈاکو تو انسان ہوتے ہیں مگر ایمان کا سب سے بڑا دشمن اور ڈاکو شیطان ہے، وہ ۲۴ رگھنٹے انسان کو اللہ سے غافل اور دور کر کے اس کے ایمان کو چُرانا اور ایمان سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

☆ اللہ نے انسان کے ایمان میں تازگی پیدا کرنے اور بار بار تجدیدِ ایمان کروانے کے لئے مسلمانوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں تاکہ انسان بار بار اللہ سے ملاقات کرتا رہے، اللہ کی تعظیم و ادب کرتا رہے، اللہ کی یاد دل میں زندہ کرتا رہے، اللہ کی تعریف و تسبیح اور بڑائی بیان کر کے اللہ کو بھولنے نہ پائے، مگر شیطان جانتا ہے کہ انسان کے ایمان کو کمزور کرنے اور اللہ سے دور کرنے کے لئے اللہ سے غافل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اُسے نماز سے دور رکھا جائے، تاکہ اس کے ایمان میں آہستہ آہستہ ضعف اور کمزوری پیدا ہو کر اس کا ایمان بوسیدہ ہو کر وہ مردہ ہو جائے۔

☆ اللہ نے مؤمنوں کے ایمان کو طاقتور اور ہر وقت تر و تازہ بنائے رکھنے کے لئے کتاب الٰہی کو محفوظ کیا اور حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی ہے، تاکہ مؤمن پیغمبر کی غیر موجودگی میں کتاب الٰہی کی تلاوت کر کے پوری طرح ہدایت حاصل کرے اور اپنے دلوں کے زنگ کو دور کرے، اپنا ایمان سلامت اور باقی رکھے، چنانچہ شیطان اس بات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ مؤمن کا ایمان قرآن مجید کی تلاوت سمجھ کر کرنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے بڑھتا رہے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا، اس لئے وہ انسانوں کو قرآن سمجھ کر

پڑھنے ہی کی طرف مائل ہونے نہیں دیتا، پڑھتے بھی ہیں تو سمجھنے کے لئے وقت فارغ کرنے ہی نہیں دیتا، جس کی وجہ سے غافل انسان شیطان کے بہکاوے میں کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن سمجھنے کے لئے وقت ہی نہیں، حالانکہ وہی انسان بیوی بچوں، کھانے پینے، سونے اور آرام کرنے، تجارت کرنے، دعوتوں میں جانے، سیر وتفریح کرنے، ٹی وی دیکھنے، کرکٹ دیکھنے، دوستوں اور رشتہ داروں کی شادی بیاہ اور تجہیز وتکفین میں جانے، دنیا کی تعلیم حاصل کرنے سب کے لئے وقت نکالتا ہے، مگر قرآن کو سمجھنے کے لئے اس کے پاس وقت کے نہ ہونے کا احساس رکھتا ہے، یہ شیطان کا دھوکہ ہے، چنانچہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد قرآن مجید کو بغیر سمجھے صرف برکت اور رسم ادا کرنے کیلئے تلاوت کرلیتی ہے، اس سے ہدایت حاصل کرنے کا ذہن ہی نہیں رکھتی، جس کی وجہ سے دن بہ دن ایمان میں کمزور سے کمزور تر ہوتے جارہے ہیں، توحید کی حقیقت اور شرک سے واقف ہی نہیں، حالانکہ قرآن مجید ہی ان کے ایمان کو تازہ اور مضبوط کرنے کی غذاء ہے۔

☆ اللہ نے مؤمن کے ایمان کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے ایمان کے ساتھ ایمان کی ورزش اعمال صالحہ کی مشق کا طریقہ سکھایا؛ تاکہ انسان زندگی بھر اعمال صالحہ یعنی اسلام پر زندگی گذارے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے جائے، نیک اور تقویٰ والے اعمال مؤمن کے ایمان کو غذاء دیتے ہیں اور ایمان میں مضبوطی پیدا کرتے ہیں اور ان کا ایمان بجھنے نہیں پاتا، شیطان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جس راستے سے مؤمن کا ایمان کمزور اور بجھتا ہے وہ گناہوں اور نافرمانی کا راستہ ہے، اللہ سے بغاوت کا راستہ ہے، قرآن کے خلاف چلنے کا راستہ ہے، اخلاقِ رذیلہ کا راستہ ہے، اس لئے شیطان مسلمانوں کو گناہوں کی لذت، دنیا کی چمک دمک اور غیر مسلموں کی شان وشوکت اور دنیا کی زندگی کی لذت ولالچ اور عیش وآرام دِکھا کر اعمالِ صالحہ اور اعمالِ تقویٰ سے دور رکھنا چاہتا ہے، اور گناہوں میں مبتلا کر کے قرآن کے خلاف چلا کر ان کے ایمان کو ختم کرنا اور بجھانا چاہتا ہے۔

اس لئے شیطان کے ان حربوں سے اچھی طرح واقف رہئے کہ وہ اولادِ آدم کا

دشمن ہے اور آدمؑ کی اولاد کو جہنم میں لیجانے کی محنت کر رہا ہے، سمجھ دار اور عقلمند مؤمن ایمان کی نعمت کی قدر کرتا ہے، دن رات اپنے اور اپنے اہل وعیال کے ایمان کی حفاظت کے لئے قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے تلاوت کرتا اور نماز کی سختی سے پابندی کرتا اور زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی اطاعت و بندگی کے لئے اعمالِ صالحہ اختیار کرتا ہے، مال و دولت سے زیادہ اس کو اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر ہوتی ہے۔

ہر روز اپنے ایمان کو پہاڑ جیسا پختہ اور مضبوط بنانے کے لئے اللہ سے دعائیں کرتے رہئے اور اپنے ایمان کو بڑھانے کے لئے کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کرکے اللہ کی قدرت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، ایمان کے بڑھنے پر ہر روز اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہئے، اللہ کا وعدہ کہ جو نعمت ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس نعمت میں کم از کم دس درجہ اضافہ فرمادے گا، اگر انسان ایمان کے ملنے پر اللہ کا شکر واحسان ادا کرنے کے لئے زندگی بھر بھی سجدہ میں پڑا رہے تب بھی وہ اللہ کی اس نعمت کا شکر اور احسان کا بدلہ ادا نہیں کرسکتا، ہر روز اس نعمت پر شکر ادا کرنے سے ایمان میں اضافہ ہی کے حالات پیدا ہوتے رہیں گے اور دین کی سمجھ میں اضافہ بھی ہوتا رہے گا، انشاء اللہ اس طرح کے عمل سے ایمان کی یہ دولت مرتے دم تک زندہ اور محفوظ رہے گی، ورنہ ایمان سے غفلت، طلب کی کمی اور لاپرواہی و بے حسی اور گناہوں کی زیادتی، قرآن سے دوری، شرکیہ عقائد واعمال، بدعات وخرافات، غیر شرعی رسوم و رواج سے اور ایمان کے تقاضے اور حقوق ادا نہ کرنے سے یہ نعمت چھین لی بھی جاسکتی ہے۔

کئی لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے، بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ نہ دینے کا اعلان کیا، حضرت ابوبکرؓ کو جہاد کے لئے اٹھنا پڑا، مسیلمہ کذاب کا ساتھ دینے والوں نے بارہ ہزار صحابہؓ کو شہید کیا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر وحی کی کتابت کرنے والا ایک شخص مرتد ہوگیا، فتح مکہ کے بعد بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس دلایا کہ انہوں نے جنگ نہ کرکے مزاحمت نہ کرکے اسلام پر احسان کیا ہے، لہٰذا ان کو زیادہ فائدہ پہنچایا جائے، اللہ نے ان سے کہا کہ ان کا اسلام پر کوئی احسان نہیں بلکہ اللہ نے ان

پر احسان کیا ہے کہ وہ اسلام میں آئے، ورنہ ایمان ابھی ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترا۔

یہ نعمت زبردستی کسی کو عطا بھی نہیں ہوتی اور نہ زبردستی چپک کر انسان کے ساتھ رہتی ہے، اس کی حفاظت کی ہر دم فکر کرنی ضروری ہے، شیطان مسلمان کے مرتے دم تک اُسے ایمان سے ہٹانے کی مسلسل کوشش میں رہتا ہے، اس لئے مسلمان اس کی اس محنت کے خلاف چوکنا رہیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں، جس طرح گرد وغبار سے کپڑا میلا ہو جاتا ہے اس کو دھونے سے اس میں تازگی اور نیا پن آجاتا ہے، اسی طرح گناہوں کے غبار سے ایمان گرد آلود اور میلا ہو جاتا ہے، اعمالِ صالحہ سے ایمان میں تازگی اور نیا پن آجاتا ہے۔

ایمان دنیا کی روح اور جان ہے

ایمان کی قدر و قیمت کا اس بات سے بھی اندازہ لگایئے کہ جب دنیا میں ایک بھی (باشعور) ایمان والا زندہ نہیں رہے گا اللہ اس دنیا کو گویا مردہ قرار دے کر قیامت برپا کر دیں گے، گویا کائنات کی زندگی، روح اور جان ایمان سے ہے، ایمان والوں ہی سے کائنات باقی رہے گی، انسان کافر، مشرک اور منافق ہو صحیح ایمان نہ رکھتا ہو، اللہ کی پہچان سے خالی ہو تو وہ چلتا پھرتا مردہ انسان ہے، چلتی پھرتی لاش کی مانند ہے، جس کا جینا اس زمین پر بوجھ ہے، جس طرح مردہ جانور کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اسی طرح ایمان سے خالی انسان کی بھی کوئی قیمت نہیں ہوتی، جس طرح کچرے کو جلا دیا جاتا ہے اسی طرح ایمان کا انکار کرنے والوں کو بھی مرنے کے بعد جلا دیا جائے گا۔

ایمان کی دولت ہر کس و ناکس کو نہیں ملتی

دنیا کی تمام نعمتوں میں انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت اور دولت اللہ پر ایمان ہے، اس دولت کا کسی کو مل جانا اس سے بڑی دولت کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں، اور اِس دولت سے محروم ہو جانا' اس سے بڑھ کر کوئی محرومی اور خسارہ نہیں، یہ دولت ونعمت ہر کس و ناکس کو نہیں ملتی، اور نہ ہی کسی کو بغیر چاہت وتڑپ کے ملتی ہے۔

جو انسان اسلام سے تعصب، بغض وعدات اور نفرت رکھتا ہو، جو ضمیر کی آواز کے خلاف چل کر نفس کا ساتھ دیتا ہو، جو باپ دادا کی اندھی تقلید کرتا ہو، جو نیکی سے نفرت اور برائی سے محبت کرتا ہو، جو حق کا متلاشی نہ ہو، جو کتاب الٰہی کو سمجھنا نہیں چاہتا' اس کو یہ نعمت نہیں ملتی، اور نہ یہ نعمت خاندان، حسب ونسب، عہدہ وکرسی، اقتدار وحکومت، مال ودولت، طاقت وقوت اور قابلیت رکھنے والے کو ملتی ہے، جب نبیوں اور رسولوں کے اہل وعیال نے اس نعمت کی قدر نہیں کی تو ان کے نہ چاہنے کی وجہ سے محروم کر دئے گئے۔

ابوطالب باوجود رسول اللہ ﷺ کی زبردست مدد کرنے کے اور اپنے اہل وعیال کے مسلمان ہوجانے کو گوارا کرنے کے باوجود، بلکہ خود لوگوں کو اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کے دین کو قبول کرنے کی ترغیب دینے کے باوجود' محض قوم کی سرداری نہ چھوڑنے کی بناء پر ایمان سے محروم رہے، ابوسفیان کا داماد حضرت ام حبیبہؓ کا پہلا شوہر جو پہلی ہجرتِ حبشہ میں شامل تھا مرتد ہوکر ایمان سے محروم ہوگیا، حضور اکرم ﷺ کا چچا ابولہب اور سردارِ مکہ ابوجہل سرداری کے غرور وتکبر میں اور اسلام کی دشمنی میں ایمان کا انکار کرکے ایمان سے محروم رہے، عتبہ جیسا عقلمند وذہین آدمی ابوجہل کے طعنوں کی اکڑ اور سرداری سے محبت کی بناء پر اسلام کا انکار کیا۔

حضرت نوحؑ کا بیٹا' باپ کو پیغمبر کی حیثیت سے نہ مان کر ناکام رہا، حضرت ابراہیمؑ کے والد حق سے نفرت اور شرک سے محبت کرنے پر اس نعمت سے محروم رہے، حضرت لوطؑ کی بیوی اپنے شوہر کی نبوت کے خلاف چلنے پر ناکام رہی، یہود ونصاریٰ ایمان کی حقیقت کو نہ سمجھنے، تعصب، حسد اور جلن کی بناء پر اس نعمت سے محروم ہوگئے، مشرکین کے بہت سے لوگ باپ دادا کی اندھی تقلید میں ایمان سے محروم رہے، ایران وروم کے بادشاہ قیصر وکسریٰ نے بادشاہت واقتدار کی لالچ ومحبت میں ایمان کا انکار کیا، منافقین محض دنیا کی محبت اور مال ودولت کی خاطر نفس کی اطاعت میں ایمان سے محروم رہے، حضرت صفیہؓ کے والد اور چچا سردار ہونے کے باوجود' رسول اکرم ﷺ کو پہچاننے کے بعد بھی صرف بنی اسماعیل کے تعصب میں اسلام قبول نہ کیا۔